صلی اللہ علیٰ حبیبہٖ سیدنا محمد وآلہٖ وسلم

غلام حسین نقشبندی
خادم جامعہ رضویہ [illegible]

مسئلہ حاضر و ناظر

از

محمد سعید احمد اسعد

ناشر مکتبہ سعیدیہ رضویہ

محمد اکرم سعید
جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد
041-2658646,0300-7673260

غلام حسین نقشبندی
مکھناخوار جامعہ امی...

مسئلہ حاضر و ناظر

ظہیر نے مسئلہ حاضر و ناظر کا بھی اپنے انداز میں خوب مذاق اڑایا ہے حالانکہ سلف صالحین اسی عقیدہ کے حامل تھے اور کتاب و سُنّت کی واضح نصوص بھی اسی عقیدہ کی تائید کر رہی ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم اس مسئلہ کے دلائل پیش کریں مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے عقیدہ کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیں تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی رہے اور چند جلیل القدر محدثین کے ارشاداتِ گرامی بھی پیش کر دیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اس عقیدہ میں ہم منفرد نہیں ہیں۔

۱۔ حضرت شاہ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں :

"وباچندیں اختلافات و کثرتِ مذاہب کہ در علماء اُمّت است یک کس را دریں مسئلہ خلافی نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقتِ حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی ست و "بر اعمال اُمّت حاضر و ناظر" و مر طالبانِ حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی است۔"

ترجمہ : اگرچہ اُمّت کے علماء میں مذاہب کی کثرت بھی ہے اور ان میں بیشمار اختلافات بھی، پھر بھی اس مسئلہ میں کسی ایک شخص کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتِ حیات کے ساتھ، بغیر مجاز کے شائبہ کے اور تاویل کے وہم کے بغیر دائم اور باقی ہیں اور اُمّت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں ——

طالبانِ حقیقت کو اور آنجناب کی طرف متوجہ حضرات کو فیض بھی عطا فرماتے ہیں، اور ان کی تربیت بھی فرماتے ہیں۔

(مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار ص۱۵۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ سکھر)

حضرت شیخ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ "اعمال اُمت پر حاضر و ناظر" کے مسئلہ میں اس وقت تک کسی ایک عالم کا بھی اختلاف نہ تھا۔ منکرین بعد کی پیداوار ہیں۔

حضرت شیخ کے متعلق تھانوی صاحب کی رائے:

چونکہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بڑے محدث ہیں اس لیے انہوں نے جو یہ دس قسمیں شفاعت کی لکھی ہیں کسی حدیث سے معلوم کر کے لکھی ہونگی، گو ہم کو وہ حدیث نہیں ملی مگر چونکہ شیخ کی نظر حدیث میں بہت وسیع ہے۔ اس لیے ان کا یہ قول قابلِ قبول ہے (اشرف الجواب ص۱۵۵ ج۲)

نیز کہتے ہیں:

بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالت غیبت میں روزمرہ ان کو دربارِ نبوی میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی ایسے حضرات صاحبِ حضوری کہلاتے ہیں، انہیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اسی دولت سے مشرف تھے اور صاحبِ حضوری تھے۔

(افاضات یومیہ ص۱۰۹ مطبوعہ ملتان)

۲۔ شارح بخاری امام قسطلانی و امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہما کا عقیدہ

لَافَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِأُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِأَحْوَالِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ. وَذٰلِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ

لَاخِفَاءَ بِہٖ -

ترجمہ: اپنی اُمت کا مشاہدہ فرمانے میں اُمت کے حالات، دلی ارادوں اور رازوں کے پہچاننے میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت وحیات میں کچھ فرق نہیں - اور یہ تمام چیزیں (اُمت کا مشاہدہ، ان کے احوال اور دلی ارادوں کی معرفت) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ظاہر ہیں - ان میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں -

(مواہب اللدنیہ ص ۵۸۰/۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، زرقانی علی المواہب ص ۳۰۵/۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت) -

یہ عبارت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے ظاہری اعمال تو درکنار ان کے دلی ارادوں پر بھی حاضر ناظر ہیں اور کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں ہے -

۳ - امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی:

قَالَ الْمُتَکَلِّمُوْنَ الْمُحَقِّقُوْنَ مِنْ اَصْحَابِنَا اِنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ بَعْدَ وَفَاتِہٖ وَاِنَّہٗ یُسَرُّ بِطَاعَاتِ اُمَّتِہٖ وَیَحْزَنُ بِمَعَاصِیِ الْعُصَاۃِ مِنْھُمْ -

ترجمہ: (استاد ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی جو کہ شیخ الشافعیہ بھی ہیں اور فقیہ و اصولی بھی نے فرمایا) ہمارے اصحاب میں سے محقق متکلمین فرماتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریف کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنی اُمت کی نیکیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اُمت کے

گناہگاروں کے گناہوں پر غمگین۔ (الحاوی للفتاوی ص۱۴۹ ج۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ فیصل آباد)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اُمت کی نیکیوں پر خوش ہونا اور گناہوں پر غمگین ہونا بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "اعمال اُمت پر حاضر و ناظر ہیں۔" اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمالِ اُمت کا پتہ ہی نہیں چلتا تو خوشی و غمی کس طرح متصور ہو سکتی ہے؟

۴۔ وہابیہ کے امام قاضی شوکانی بھی کہتے ہیں:

وَقَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ اِلٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، وَاَنَّهٗ يُسَرُّ بِطَاعَاتِ اُمَّتِهٖ۔

ترجمہ: محققین کی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریف کے بعد زندہ ہیں اور اپنی اُمت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں۔

(نیل الاوطار ص۲۸۲ ج۴)

ایک اور وہابی عالم شمس الحق عظیم آبادی نے بھی یہی عبارت نقل کی ہے ملاحظہ ہو[1]

ہم نے آپ کے سامنے امام قسطلانی، امام زرقانی، امام سیوطی اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی تحریرات پیش کر دی ہیں، جس میں انہوں نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں، اُمت کے نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں۔

اگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اعمالِ اُمت پر حاضر ناظر نہیں ہیں تو اعمال پر خوشی و غمی کے کیا معنی؟

ظہیر نے بڑے تکبر سے اس عقیدہ کا مذاق اڑایا لیکن قلتِ مطالعہ یا مذہبی تعصب

---

[1] عون المعبود شرح ابی داؤد ص۴۰۵

کی بنا پر یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ یہی نظریہ اس کے اپنے اکابر کا بھی ہے، جیسا کہ ہم باحوالہ عرض کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو راہِ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ہمارے عقیدہ کی توضیح

ہم اہلِ سُنّت وجماعت نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح آسمان کا سورج اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر ہے لیکن اپنی روشنی اور نُورانیت کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہے اسی طرح نبوّت کے آفتاب حضرت جناب محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسمِ اطہر، جسمِ بشری کے ساتھ گنبدِ خضرا میں جلوہ گر ہیں لیکن اپنی نورانیت، روحانیت اور علمیّت کے ساتھ ہر جگہ جلوہ گر ہیں۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہی میں قوّتِ مشاہدہ عطا فرما دی تھی لیکن نزولِ قرآن کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ مشاہدہ وعلمیّت میں اضافہ ہوتا رہا۔ جب قرآن حکیم کا نزول مکمل ہو گیا تو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا مشاہدہ اور علم حاصل ہو گیا۔

مذکورہ تنبیہ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ہم اہلِ سُنّت وجماعت نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو اُمت کے جُملہ اعمال پر حاضر ناظر نزولِ قرآن کی تکمیل کے بعد سے مانتے ہیں۔ نزولِ قرآن کی تکمیل سے پہلے امتیوں کے ہر ہر عمل پر حاضر و ناظر ہونے کا ہم قطعاً دعوٰی نہیں کرتے۔

سوال: جب آپ لوگ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمِ اطہر کے ساتھ ہر جگہ موجود ہونے کا دعوٰی ہی نہیں کرتے تو لفظ حاضر ناظر استعمال ہی کیوں کرتے ہیں؟

جواب: "حاضر ناظر" خالص علمی اصطلاح ہے اور علماء "عالم" پر "حاضر" کا اطلاق کرتے رہتے ہیں۔

شامی میں ہے:

(و یا حاضر یا ناظر لیس بکفر) فَاِنَّ الْحُضُوْرَ بِمَعْنَی الْعِلْمِ شَائِعٌ ...... فَالْمَعْنٰی یَا عَالِمُ یَا مَنْ یَرٰی۔

یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ہے اس لیے کہ حضور علم کے معنی میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔ یا حاضر یا ناظر کا معنی ہوگا اے جاننے والے اے دیکھنے والے۔

(فتاوٰی شامی ج۳ ص۲۲۷ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

فَاِنَّ الْحُضُوْرَ بِمَعْنَی الْعِلْمِ شَائِعٌ" اس لیے کہ حضور، علم کے معنی میں اکثر استعمال ہوتا ہے" کے الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ "عالم" کو "حاضر" کہا جاتا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

دو آدمیوں نے ایک سودا کیا۔ ایک آدمی کو سودا برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا ایک مقررہ مدت کے اندر اندر اختیار دیا گیا۔ اب جس شخص کو اختیار ملا ہے اگر وہ سودا برقرار رکھنا چاہے تو دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی برقرار رکھ سکتا ہے لیکن اگر سودا فسخ کرنا چاہے تو دوسرے کی موجودگی کے بغیر فسخ نہیں

کر سکتا ۔ وَالشَّرْطُ هُوَ الْعِلْمُ وَ اِنَّمَا كَنّٰى بِالْحَضْرَةِ عَنْهُ

"اور موجودگی سے یہاں مُراد آگاہی ہے جس کو موجودگی سے کنایہ کیا"۔

(ہدایہ ص ۱۳/۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

سید امیر علی اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

یعنی فسخ کرنے میں دُوسرے کی آگاہی شرط ہے، خواہ وُہ یہاں موجود ہو یا اس کو کسی ذریعہ سے آگاہ کر دیا جائے ۔ پس جب وُہ آگاہ ہو گیا تو گویا یہاں حاضر ہے ۔

(عین الہدایہ ص ۳۹/۳ مطبوعہ امجد اکیڈیمی لاہور)

ہدایہ کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ "عالم" کو "حاضر" کہا جاتا ہے چونکہ نبیِ اکرم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اُمّت کے اعمال کو جانتے اور دیکھتے ہیں اس لیے آپ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کو "اعمالِ اُمّت پر حاضر ناظر" کہا جا سکتا ہے ۔

باب الدلائل

غلام حسین نقشبندی

دلیل نمبر۱۔ ارشادِ ربانی ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (پ ۲۲ الاحزاب ۴۵)۔

ترجمہ: اے نبی ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے۔ (ترجمہ تھانوی صاحب "بیان القرآن" ص ۵۶)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم گواہ ہوں گے، کب گواہی ادا فرمائیں گے؟ اور کس چیز کی گواہی دیں گے؟ مفسرینِ کرام نے قرآنِ حکیم کی دیگر آیاتِ کریمہ، احادیثِ مبارکہ، آثارِ صحابہ کو سامنے رکھ کر یہی فرمایا ہے کہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم قیامت کے روز دیگر گواہیوں کے ساتھ ساتھ اپنی اُمّت کے تمام افراد کی نیکیوں اور گناہوں کی گواہی دیں گے۔

اب ظاہر بات ہے کہ ہمارے اعمال کی گواہی وہی دے سکتا ہے جو ہم سے واقف ہو اور ہمارے اعمال سے بھی۔

قبل اس کے کہ ہم جلیل القدر مفسرین کی تفاسیر نقل کریں، مناسب سمجھتے ہیں کہ مخالفین کے چند اکابر کی تفاسیر بھی پیش کر دیں تاکہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی رہے۔

(۱) دیوبندی حکیم الاُمّت تھانوی صاحب کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں:

اس صفت کا ظہور حشر میں ہوگا، جب آپکی شہادت پر آپکی اُمت کا فیصلہ ہوگا۔ شاہداً کے یہ معنیٰ بھی کیے گئے ہیں کہ آپ تمام اُمتوں کے رسُولوں پر بطور شاہد پیش ہوں گے کہ وُہ ادائے رسالت کر چکے۔ قِيلَ الْمُرَادُ شَاهِدًا عَلٰى جَمِيعِ الْأُمَمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَنَّ أَنْبِيَاءَ هُمْ قَدْ بَلَغُوْهُمُ الرِّسَالَةَ (روح)

اور مولانائے رومی نے تو یہ پہلو مُراد لیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو بندوں کے مختلف مراتب و منازل سے مطلع کر رکھا ہے۔

در نظر بودش مقامات العباد ۔۔۔ زاں سبب نامش خُدا شاہد نہاد

(تفسیر ماجدی ص۸۵۱)

(۲) دیوبندی شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

اور محشر میں بھی اُمت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خُدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبُول کیا۔ (تفسیر عثمانی ص۵۵)

(۳) دیوبندی شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں:

اے نبی تحقیق ہم نے آپکو رسُول بنا کر بھیجا ہے اس شان سے کہ آپ قیامت کے دن گواہ ہوں گے۔ قیامت کے دن آپ گواہی دیں گے کہ یہ گروہ ایمان لایا اور اس گروہ نے کفر کیا۔ (تفسیر معارف القرآن از کاندھلوی ص۵۳/۵)

(۴) دارالعلوم دیوبند کے ایک سابق مفتی، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی والے لکھتے ہیں:

اور اُمت پر شاہد ہونے کا ایک مفہوم عام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے سب افراد کے اچھے بُرے اعمال کی

شہادت دیں گے۔

(تفسیر معارف القرآن ص۱۷۶)

⑤ ایک وہابی عالم احمد حسن دہلوی لکھتے ہیں:

بعض آثار سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سوا اس گواہی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کی نیکیوں کی گواہی قیامت تک کی ادا فرمائیں گے۔

(احسن التفاسیر ص۳۲۲ ج۱ زیر آیت فکیف اذا جئنا)

⑥ غیر مقلد وہابیوں کے پیشوا قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

(شاھدا) اَیْ عَلٰی اُمَّتِہٖ یَشْھَدُ لِمَنْ صَدَّقَہٗ وَآمَنَ بِہٖ وَعَلٰی مَنْ کَذَّبَہٗ وَکَفَرَ بِہٖ۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے گواہ ہوں گے۔ جس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا اس کے حق میں گواہی دیں گے اور جس شخص نے آپ کی تکذیب کی، آپ کا انکار کیا اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ (تفسیر فتح القدیر ص۲۸۸ ج۴)

⑦ مسجد نبوی شریف کے واعظ ابو بکر جابر الجزائری لکھتے ہیں:

وَھٰذَا نِدَاءٌ خَاصٌّ لِمَزِیْدِ تَکْرِیْمِ الرَّسُوْلِ وَتَشْرِیْفِہٖ وَتَکْلِیْفِہٖ اَیْضًا فَقَالَ تَعَالٰی (یَاَیُّھَا النَّبِیُّ) مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ) حَالَ کَوْنِکَ شَاھِدًا عَلٰی مَنْ اَرْسَلْنَاکَ اِلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَشْھَدُ عَلٰی مَنْ اَجَابَ دَعْوَتَکَ وَمَنْ لَمْ یُجِبْھَا۔

یہ خاص ندا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت، بزرگی میں اضافہ کیلئے اور اس میں آپ کی ذمہ داری میں بھی اضافہ بیان ہوا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو

اس شان کا بنا کر بھیجا ہے کہ آپ قیامت کے دن ہر اس پر گواہ ہوں گے جس پر ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، جس نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اس کی بھی گواہی دیں گے اور اس کی بھی جس نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔

(الیسر التفاسیر ص ۲۷۴)

مخالفین کی مذکورہ بالا تفاسیر سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنے ہر ہر اُمتی کے اعمال کی گواہی ارشاد فرمائیں گے، اور یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "اعمالِ اُمت پر حاضر ناظر ہیں"۔

لفظ "شاہد" کی مزید بحث سے پہلے چند مفسرین کرام کی تفاسیر بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ آپ کو اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ اہلِ سُنّت وجماعت سلف صالحین کے نقشِ قدم پر ہی ہیں۔

(۱) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:

(شاھداً) یعنی عالم وحاضر بحال اُمت وتصدیق وتکذیب ونجات وہلاکت ایشاں۔

یعنی اُمت کے حال، ان کی نجات وہلاکت اور تصدیق وتکذیب پر حاضر اور عالم۔

(مدارج النبوت ص ۲۹۱)

(۲) علامہ سید محمود آلوسی، مفسر ابو سعود اور صاحبِ تفسیر جمل فرماتے ہیں:

(شَاھِدًا) عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْھِمْ تُرَاقِبُ اَحْوَالَھُمْ وَتُشَاھِدُ اَعْمَالَھُمْ وَتَتَحَمَّلُ عَنْھُمُ الشَّھَادَۃَ بِمَا صَدَرَ عَنْھُمْ مِنَ التَّصْدِیْقِ وَالتَّکْذِیْبِ وَسَائِرِ مَاھُمْ عَلَیْہِ مِنَ الْھُدٰی وَالضَّلٰلِ وَتُؤَدِّیْھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَدَاءً مَقْبُوْلًا فِیْمَا لَھُمْ وَمَا عَلَیْھِمْ۔

آپ جن کی طرف مبعوث ہوئے ہیں ان کے گواہ بنو گے۔ آپ ان کے احوال کو دیکھتے ہو، ان کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہو جو کچھ بھی تصدیق و تکذیب ان سے صادر ہو رہی ہے اس پر گواہ بن رہے ہو اور ہدایت اور گمراہی میں سے جس پر بھی لوگ ہیں اس پر بھی آپ گواہ ہو، اور یہ گواہی آپ قیامت کے روز ادا فرماؤ گے، اور یہ گواہی اُمّت کے حق میں بھی قبول ہوگی اور مخالفت میں بھی۔ (تفسیر رُوح المعانی ص۴۵ ج۲۲ ابو سعود ص۲۰۱ جمل ص۴۴۲ ج۳)

علامہ آلوسی مزید فرماتے ہیں:

وَاَشَارَ بَعْضُ السَّادَۃِ الصُّوْفِیَّۃِ اِلٰی اَنَّ اللہَ تَعَالٰی قَدْ اَطْلَعَہٗ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَعْمَالِ الْعِبَادِ فَنَظَرَ اِلَیْہَا وَ لِذٰلِكَ اُطْلِقَ عَلَیْہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ شاھد - قال مولانا جلال الدّین رومی قدّس سرّہٗ العزیز فی مثنویہ -

در نظر بودش مقامات العباد — زاں سبب ناش خدا شاہد نہاد

فَتَاَمَّلْ وَلَا تَغْفُلْ -

بعض جلیل القدر صوفیاء کرام نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بندوں کے اعمال پر مطلع فرما رکھا ہے پس آپ نے ان اعمال پر نظر فرمائی ہے، اسی لیے آپ کا نام شاہد رکھا گیا ہے۔ مولانا جلال الدّین رومی قدس سرہٗ العزیز اپنی مثنوی میں ارشاد فرماتے ہیں:

چونکہ آپ کی نظر میں بندوں کے مقامات و درجات تھے اس لیے اللہ نے

آپ کا نام مُبارک شاہد رکھا۔

اس پر غور کر اور غافل نہ ہو (تفسیر رُوح المعانی ص ۴۵/۲۲ مطبوعہ ملتان)

(۳) تفسیر جلالین میں ہے:

شَاهِدًا عَلٰی مَنْ اُرْسِلْتَ اِلَيْهِمْ ۔

جن کے آپ رسُول ہیں ان کی گواہی آپ دیں گے۔ (جلالین مع بیضاوی ص ۲۴۸/۲)

(۴) تفسیر بیضاوی میں ہے:

عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ بِتَصْدِيْقِهِمْ وَتَكْذِيْبِهِمْ وَنَجَاتِهِمْ وَضَلَالِهِمْ۔

جن کی طرف آپ مبعوث کیے گئے ہیں ان کی تصدیق و تکذیب نجات اور گمراہی کے آپ گواہ ہوں گے۔ (بیضاوی مع جلالین ص ۲۴۸/۲)

(۵) تفسیر البحر المحیط میں ہے:

شَاهِدًا عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ وَعَلٰی تَكْذِيْبِهِمْ وَتَصْدِيْقِهِمْ ۔

جن کی طرف آپ مبعوث کیے گئے ہیں ان کی تکذیب اور تصدیق کے آپ گواہ ہوں گے۔ (البحر المحیط ص ۲۳۸/۷)

(۶) تفسیر ابن کثیر میں ہے:

(شَاهِدًا) اى لِلّٰهِ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَاَنَّهٗ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ؛ وَعَلَى النَّاسِ بِاَعْمَالِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

آپ اللہ کی وحدانیت کے اور اس بات کے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود

نہیں، کے گواہ ہیں اور قیامت کے دن سب انسانوں کے اعمال کی بھی آپ گواہی دیں گے۔ (تفسیر ابنِ کثیر ص۴۹۲)

مندرجہ بالا تفاسیر کو ایک مرتبہ پھر غور سے پڑھ لیجیے تو معلوم ہو گا صاحب روح المعانی[۱]، ابو سعود[۲]، جمل[۳]، شیخ عبدالحق[۴] محدث دہلوی، جلالین[۵]، بیضاوی[۶]، البحر المحیط[۷] اور ابنِ کثیر بیک زبان کہہ رہے ہیں کہ قیامت کے روز نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اعمال کی گواہی دیں گے جن کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے، جن کی طرف مبعوث کیے گئے یعنی ہر ہر اُمتی کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اور یہ بات ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ گواہی تب ہی دی جا سکے گی جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے اعمال کو جانتے پہچانتے ہوں یعنی اعمالِ اُمت پر ناظر ہوں۔

دلیل نمبر۲۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

(پارہ ۲ البقرہ، ۱۴۳)

ترجمہ: اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو اُمتِ معتدل تا کہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔ (ترجمہ مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی ص۲۷)

دیوبندی شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی جیسا تمہارا قبلہ کعبہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ اور تمام قبلوں سے افضل ہے ایسا ہی ہم نے تم کو سب اُمتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا تا کہ اس فضیلت و

کمال کی وجہ سے تم تمام اُمتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادۃ قرار دیئے جاؤ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری عدالت وصداقت کی گواہی دیں جیساکہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی اُمتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوای کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دُنیا میں ہدایت نہیں کی، اس وقت آپ کی اُمت انبیاء کے دعوای کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے اُمتیوں کے حالات سے پُورے واقف ہیں انکی صداقت وعدالت پر گواہ ہوں گے۔

(تفسیر عثمانی ص ۲۷)

دیوبندی شیخ الہند کی تفسیر سے بھی معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنی اُمت کی گواہی دیں گے۔ دیوبندی شیخ الہند کے یہ الفاظ:

"اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے اُمتیوں کے حالات سے پُورے واقف ہیں"

مذہب اہل سُنت کی حقانیت کی تائید کر رہے ہیں کہ واقعی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اعمالِ اُمت پر حاضر وناظر ہیں"۔

علامہ اسمٰعیل حقی اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَمَعْنَیٰ شَهَادَةِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِمْ اِطِّلَاعُهٗ عَلٰی رُتْبَةِ كُلِّ مُتَدَيِّنٍ بِدِيْنِهٖ وَحَقِيْقَتِهِ الَّتِیْ هُوَ عَلَيْهَا مِنْ دِيْنِهٖ وَحِجَابِهِ الَّذِیْ هُوَ بِهٖ مَحْجُوْبٌ عَنْ كَمَالِ دِيْنِهٖ فَهُوَ يَعْرِفُ ذُنُوْبَهُمْ وَحَقِيْقَةَ اِيْمَانِهِمْ وَاَعْمَالَهُمْ وَحَسَنَاتِهِمْ وَسَيِّاٰتِهِمْ وَاِخْلَاصَهُمْ وَنِفَاقَهُمْ

وَغَیْرَ ذٰلِکَ بِنُوْرِ الْحَقِّ ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کی گواہی دیں گے ۔ اس کا معنی اور مطلب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نُورِ حق کی وجہ سے دین پر چلنے والے ہر دین دار کے رتبہ پر بھی مطلع ہیں اور اس کے دین کی حقیقت پر بھی؛ اور اس حجاب سے واقف ہیں جس نے اُمتی کو دین میں کمال حاصل کرنے سے روک رکھا ہے ۔ پس نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے گناہوں کو پہچانتے ہیں، ان کے ایمان کی حقیقت کو، اُمت کے اعمال؛ ان کی نیکیوں، گناہوں، اخلاص اور نفاق سب کو نُورِ حق کی وجہ سے جانتے ہیں پہچانتے ہیں۔ (تفسیر رُوح البیان ص ۲۴۸ ۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں :

یعنی و باشد رسول شما بر شما گواہ ، زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایماں او چلیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او میشناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا و لہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق اُمت مقبول و واجب العمل است ۔

یعنی تمہارے رسول تم پر گواہ ہوں گے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نُورِ نبوت کی وجہ سے ہر دین دار کے اس رتبہ پر مطلع ہیں کہ جس تک وُہ پہنچا ہوا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے ایمان کی حقیقت کیا

ہے اور اس حجاب سے بھی واقف ہیں جس کی وجہ سے وُہ ترقی سے رُکا ہوا ہے، پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گناہوں کو، تمہارے ایمان کے درجات کو، تمہارے اچھے بُرے اعمال کو اور تمہارے خلوص ومنافقت کو پہچانتے ہیں۔ پس آپ کی شہادت دُنیا (اور آخرت۔ اسعد) میں بحکم شرع اُمّت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔ (تفسیر عزیزی ص ۵۱۸ ج ۱)

یہی شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں:

پس پیغمبر ایں اُمّت گویا در حق ہر ہر یک از اُمّت خود موافق حال او گواہی میدہد۔

پس اس اُمّت کے پیغمبر اپنی اُمّت کے ہر ہر فرد کے متعلق اس کے حال کے موافق گواہی ارشاد فرمائیں گے۔ (تفسیر عزیزی ص ۵۲۱ ج ۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ وُہ شخصیت ہیں کہ جن کے متعلق شاہ اسمٰعیل دہلوی مندرجہ ذیل القاب استعمال کرتے ہیں:

جناب ہدایت مآب قدوۂ ارباب صدق وصفا، زبدۂ اصحاب فنا و بقا، سید العلماء سند الاولیاء رحمت اللہ علی العٰلمین، وارث الانبیاء والمرسلین مرجع ہر ذلیل وعزیز، مولانا و مرشدنا الشیخ عبدالعزیز متع اللہ المسلمین بطول بقائہ واعزنا وسائر المسلمین بمجدہٖ وعلائہ۔

(صراطِ مستقیم مترجم ص ۳۱۴ ۔ مطبوعہ اسلامی اکادمی اُردو بازار لاہور)

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں:

(عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا) اَیْ مُطَّلِعًا وَّ رَقِیْبًا عَلَیْکُمْ وَ نَاظِرًا لِاَفْعَالِکُمْ

وَ مُزَكِيًا لِأَقْوَالِكُمْ۔

یعنی رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم پر مطلع ہیں تمہارے افعال دیکھ رہے ہیں اور تمہارے اقوال کا تزکیہ فرمائیں گے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۶۴/۱)

شیخ ابُوالقاسم مُحمد بن احمد جزری الکلبی الغرناطی المتوفی ۷۴۱ھ لکھتے ہیں:

عَلَيْكُمْ شَهِيدًا أَيْ بِأَعْمَالِكُمْ۔

رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں گے یعنی تمہارے اعمال کی گواہی دیں گے۔ (التسہیل لعلوم التنزیل ص ۶۲)

مشہور صحابیِ رسُول حضرت سیدنا ابُو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا بِمَا عَمِلْتُمْ أَوْ فَعَلْتُمْ۔

رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ہر ہر عمل اور ہر فعل کے گواہ ہونگے

(تفسیر ابن جریر ص ۶/۲)

معلوم ہوا کہ صحابیِ رسُول کا بھی یہی ایمان وعقیدہ تھا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر اُمتی کے ہر ہر عمل کی گواہی ارشاد فرمائیں گے اور ظاہر بات ہے کہ اس عظیم الشان گواہی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمالِ اُمت پر حاضر ناظر تسلیم کرنا پڑے گا یاد رہے کہ یہ حدیث صحیح لغیرہٖ ہے صرف ایک راوی مؤمل مختلف فیہ ہے

ہم یہاں مناسب سمجھتے ہیں کہ اس حدیث کی پُوری سند نقل کر کے ایک ایک راوی کے حالات بھی بیان کر دیں تاکہ قائین کے دلوں کو فرحت نصیب ہو۔

ابنِ جریر فرماتے ہیں:

حدثنا مُحمد بن بشار قال ثنا مؤمل قال ثنا سفیان عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی سعید

نمبر۱ ابنِ جریر کا نام محمد ہے ۔ حافظ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں :

مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ يَزِيْدَ الطَّبَرِيُّ، الامام الجليل المفسر ابوجعفر صَاحِبُ التَّصَانِيْفِ الْبَاهِرَةِ ثِقَةٌ صَادِقٌ .... ابن جرير مِنْ كِبَارِ اَئِمَّةِ الْاِسْلَامِ الْمُعْتَمِدِيْنَ ۔

محمد بن جریر بن یزید الطبری، عظیم امام ہیں، قرآن حکیم کے مفسر ہیں، ابوجعفر کنیت ہے ۔ ان کی وقیع تصانیف ہیں ۔ ثقہ ہیں، صادق ہیں، معتمد کبار ائمہ اسلام میں سے ہیں ۔ (میزان الاعتدال ص۴۹۸ ج۲)

نمبر۲ محمد بن بشار کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں :

ثِقَةٌ صَدُوْقٌ ...... قُلْتُ قَدِ احْتَجَّ بِهٖ اَصْحَابُ الصِّحَاحِ كُلُّهُمْ وَهُوَ حُجَّةٌ بِلَا رَيْبٍ ...... قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ كَتَبْتُ عَنْ بُنْدَارٍ نَحْوًا مِنْ خَمْسِيْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ وَلَوْلَا سَلَامَةٌ فِيْهِ لَتَرَكْتُ ...... رَوٰى عَنْهُ الْاَئِمَّةُ السِّتَّةُ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ صَاعِدٍ وَالنَّاسُ ۔

محمد بن بشار ثقہ ہیں، صدوق ہیں، میں (ذہبی) کہتا ہوں تمام اصحابِ صحاح نے ان سے احتجاج کیا ہے، بلاشبہ یہ حجت ہیں ...... امام ابوداؤد کہتے ہیں مَیں نے بندار (محمد بن بشار) سے پچاس ہزار حدیث لکھی ہیں اگر اس میں سلامتی نہ ہوتی تو مَیں اسے ترک کر دیتا ۔ ائمہ ستہ، ابنِ خزیمہ ابنِ صاعد اور دیگر محدثین نے ان سے روایت کی ہے ۔

(میزان الاعتدال ص۴۹۰ ج۳)

نمبر۳۔ مؤمل (بروزن محمد) بن اسمٰعیل :

اس کے متعلق بعض محدثین نے خطا کے ارتکاب کا دعویٰ کیا، لیکن مشہور محدث ابُوداؤد نے اس کی بڑی عظمت بیان کی ہے اور اس کی شان میں جو اعتراضات وارد ہوتے ان کو رفع فرمایا۔ ذَکَرَہٗ اَبُوْدَاوٗد فَعَظَّمَہٗ وَرَفَعَ مِنْ شَانِہٖ ۔ امام ابنِ معین نے اسے ثقہ قرار دیا۔ (میزان الاعتدال ص۲۲۸/۴)

نمبر۴۔ سفیان ابن عُیَیْنَۃ :

حافظ ابنِ حجر ان کے متعلق فرماتے ہیں :

ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجۃ۔ (تقریب التہذیب ص۱۹۸)

نمبر۵۔ الاعمش :

ان کا نام سلیمان ہے۔ حافظ ذہبی ان کے متعلق کہتے ہیں :

ائمہ ثقات میں سے ایک ہیں۔ صغار تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان پر صرف تدلیس کا عیب لگایا جاتا ہے۔ لیکن جب وُہ حدثنا کہیں تو اس میں کوئی کلام نہیں۔ اور اگر روایت "عن" سے ہو تو بعض اوقات کسی ضعیف سے تدلیس ہوتی ہے۔ جب "عن" سے روایت ابراہیم، ابن ابی وائل اور اَبُوصالح السمان سے ہو تو یہ اتصال پر محمول ہوتی ہے۔ (میزان الاعتدال ص۲۲۴/۲)

جو روایت ہم نے پیش کی ہے یہ اگرچہ "عن" سے ہے لیکن اَبُوصالح سے ہے اس لیے یہ روایت متصل ہے۔

نمبر۶۔ اَبُوصالح :

انکا نام "ذکوان" ہے۔ حافظ ابنِ حجر انکے متعلق کہتے ہیں :

ثقہ، ثبت - (تقریب التہذیب ص۱۵۱)

نمبر۷ - ابُو سعید رضی اللہ عنہ صحابی ہیں - امام بُخاری اور امام مسلم کے نزدیک صحابی کی تفسیر مسند ہی کہلاتی ہے - (تفسیر الصحابی عندھما مسند، مستدرک حاکم ص۱۳۲ ج۲)

دلیل نمبر۳ - ارشادِ ربانی ہے :

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ (پ ۵ النساء ۴۱)

ترجمہ : پھر کیا حال ہو گا جب بلاویں گے ہم ہر اُمت میں سے احوال کہنے والا اور بلاویں گے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا -

(ترجمہ، محمُود الحسن صاحب دیوبندی ص۱۰۹)

اسی کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :

یعنی ان کافروں کا کیا بُرا حال ہو گا جس وقت کہ بُلائیں گے ہم ہر اُمت اور ہر قوم میں سے گواہ ان کے حالات بیان کرنے والا اور ان کے واقعی معاملات ظاہر کرنے والا - اس سے مُراد ہر اُمت کا نبی اور ہر عہد کے صالح اور معتبر لوگ ہیں کہ وُہ قیامت کو نافرمانوں کی نافرمانی اور فرمانبرداروں کی فرمانبرداری بیان کریں گے اور سب کے حالات کی گواہی دیں گے اور تم کو اے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ان پر یعنی تمہاری اُمت پر مثل دیگر انبیاء کرام علیہم السّلام کے احوال بتانے والا اور گواہ بنا کر لاویں گے - (تفسیر عثمانی ص۱۰۹)

دلیل نمبر۴ - ارشاد ربانی ہے :

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا (پ ۱۴ النحل ۸۴) -

ترجمہ: اور جس دن کھڑا کریں ہم ہر فرقہ میں ایک بتلانے والا۔

(ترجمہ محمود الحسن صاحب دیوبندی ص۳۵۷)

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

اور وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے جس دن ہم ہر اُمت میں سے ایک ایک گواہ (کہ اس اُمت کا پیغمبر ہوگا) قائم کریں گے جو ان کے اعمال سیئہ کی شہادت دیں گے۔ (تفسیر بیان القرآن ص۱۷۹ ج۲)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

یہ گواہ انبیاء کرام ہوں گے جو اپنی اُمت پر ان کے اچھے اور بُرے اعمال کی گواہی دیں گے اور ان کی گواہی پہ نہ کوئی جرح کر سکے گا اور نہ قدح جو وہ کہہ دیں گے اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ (تفسیر معارف القرآن ص۲۴۱ ج۴)

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

یہاں سے کفر و ناشکری کا انجام بتلاتے ہیں۔ یعنی یاد رکھو وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام اگلی پچھلی اُمتیں احکم الحاکمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہوں گی اور ہر اُمت کا نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا تاکہ اپنی اُمت کے نیک و بد اور مطیع و عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیا معاملہ حق کے پیغام اور پیغام بر کے ساتھ کیا ہے۔ (تفسیر عثمانی ص۳۵۸)

جلالین میں ہے:

هُوَ نَبِيُّهَا يَشْهَدُ لَهَا وَعَلَيْهَا وَهُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

کمالین میں اس کا ترجمہ یوں مذکور ہے:

یعنی نبی جو اپنی اپنی اُمت کے موافق یا خلاف گواہی دیں گے۔

کمالین شرح جلالین صہ ۳۶۰/۳

دلیل نمبر ۵۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ ۱۴ النحل ۸۹)۔

ترجمہ: اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر فرقہ میں ایک بتلانے والا ان پر انہی میں کا اور تجھ کو لائیں بتلانے کو ان لوگوں پر۔ اور اُتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا۔ (ترجمہ، مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی ص۳۵۸)

مولانا محمدؐ ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں:

اور ہم لائیں گے تجھ کو اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں پر یعنی تیری اُمّت پر گواہ کہ تُو مومنوں کے ایمان کی اور کافروں کے کفر کی گواہی دے۔

(تفسیر معارف القرآن از کاندھلوی صہ ۲۴۲/۴)

ہم نے قرآنِ حکیم کی پانچ آیات کریمہ اور ان کی معتبر و معتمد علیہ تفاسیر اور بالخصوص مخالفین کی تفاسیر سے ثابت کر دیا ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن ہر ہر اُمتی کے ہر ہر عمل کی گواہی دیں گے۔ اعمالِ اُمت کی گواہی صرف اسی صورت میں دی جاسکے گی جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمالِ اُمت پر حاضر ناظر تسلیم کیا جائے۔

نفیس القرآن کا شاگرد غلام حسین نقشبندی

شہادت میں اصل کیا ہے؟

بعض اوقات انسان کسی کی شہادت پر شہادت دیتا ہے اسے حقیقی شہادت نہیں کہتے بلکہ شہادت علی الشہادت کہا جاتا ہے۔ شہادت میں اصل یہی ہے کہ انسان دیکھ کر شہادت دے۔

قرآنی لغت کی معتبر کتاب مفردات امام راغب میں ہے:

اَلشَّهَادَةُ قَوْلٌ صَادِرٌ عَنْ عِلْمٍ حَصَلَ بِمُشَاهَدَةٍ بَصِيْرَةً اَوْ بَصَراً

شہادت وُہ قول ہے جو اس علم کے بعد صادر ہو جو علم بینائی یا بصیرت کے مشاہدہ سے حاصل ہوا ہو۔ (المفردات فی غریب القرآن ص۲۶۸)

البحر الرائق میں ہے:

اِنَّ الشَّهَادَةَ اِسْمٌ مِنَ الْمُشَاهَدَةِ وَهِيَ الْاِطِّلَاعُ عَلَى الشَّيْءِ عَيَانًا فَاشْتُرِطَ فِي الْاَدَاءِ مَا يُنْبِئُ عَنِ الْمُشَاهَدَةِ۔

شہادت مشاہدہ سے اسم ہے اور مشاہدہ نام ہے کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر مطلع ہونے کا، اسی لیے شہادت کی ادائیگی میں مشاہدہ سے خبر دینے کی شرط لگائی گئی ہے۔ (البحر الرائق ص۵۵ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

نہایہ ابنِ اثیر میں ہے:

وَاَصْلُ الشَّهَادَةِ الْاِخْبَارُ بِمَا شَاهَدَهٗ وَشَهِدَهٗ

گواہی میں اصل یہ ہے کہ جس چیز کا مشاہدہ کیا ہو اور اس پر حاضر ہوا ہو

اس کی خبر دینا۔ (نہایہ ص ۵۱۴/۲)

فتاویٰ شامی میں ہے:

وَهِيَ الْاِطِّلَاعُ عَلَى الشَّيْءِ عَيَانًا -

آنکھوں دیکھ کر کسی چیز کی اطلاع دینا (شہادت کہلاتا ہے)

(فتاویٰ شامی ص ۴۱۱/۴)

مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں:

بلا مشاہدہ کے شرعاً شہادت جائز نہیں۔ (افاضات یومیہ ص ۲۸۱/۲) ملفوظ (۵۰۶)

ایک اور دیوبندی عالم محمد حنیف صاحب گنگوہی فاضل دیوبند لکھتے ہیں:

شہد (س۔ ك) شہادۃً گواہی دینا شریعت میں کسی حال کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو اٹکل اور گمان سے نہ ہو بلکہ چشم دید ہو۔

(الصبح النوری شرح مختصر القدوری ص ۲۸۶/۲)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حقیقتاً گواہ وہی ہوتا ہے جو آنکھوں دیکھ کر گواہی دے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز قیامت اعمالِ اُمت کی گواہی دینی ہے تو ماننا پڑے گا کہ آج نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعمالِ اُمت کو دیکھ رہے ہیں، مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ یعنی اعمالِ اُمت پر حاضر ناظر ہیں۔

درسِ قرآن میں ہے:

شہید (احوال کہنے والا) شاہد، شہادت، شہود، مشہود اور مشاہدہ وغیرہ بیشمار لفظ اسی مادہ سے بنے ہیں۔ اس لفظ کے معنی میں موجودگی اور گواہی کا مفہوم

پوشیدہ ہے۔ گواہ کو شاہد اور شہید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وُہ خاص امر واقعہ میں موجود ہوتا ہے اور اس سے پُوری طرح باخبر ہوتا ہے۔

(درسِ قرآن ص ۵۴۴/۱ مطبوعہ ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور)

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت "شہید" کا ترجمہ مشہور وہابی عالم علامہ وحید الزمان نے ایک حدیث کی توضیح کرتے ہوئے یوں کیا ہے:

اَنَا فَرَطُکُمْ وَاَنَا شَہِیْدٌ۔

مَیں قیامت میں تمہارا پیش خیمہ ہوں۔ (تم سے آگے جا کر تمہاری ضروریات کا بندوبست کروں گا) اور مَیں تمہارا گواہ ہوں گا تو گویا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (لغات الحدیث ص ۱۴۸/۲ کتاب "ش")

صحیح بخاری میں ہے:

فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ عَلَیْکُمْ وَاَنَا شَہِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ۔

نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَیں تمہارا پیش خیمہ ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں گا، اور مجھے اللہ کی قسم ہے بیشک میں ابھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہُوں۔ (بُخاری شریف ص ۹۷۵/۲)

اسی حدیث کے تحت بین السطور یوں لکھا ہوا ہے:

اَیْ اَشْہَدُ عَلَیْکُمْ بِاَعْمَالِکُمْ فَکَاَنِّیْ بَاقٍ مَعَکُمْ۔

یعنی میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا تو گویا میں تمہارے ساتھ ہی ہوں۔ (بُخاری شریف ص ۹۷۵/۲)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

اَشْهَدُ عَلَيْكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ

میں تمہارے اعمال کی گواہی دوں گا۔ (ارشاد الساری ص ۳۴۲/۹)

امام ملّا علی قاری قیامت کے روز نبی مکرّم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس عظیم الشان گواہی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَفِيْهِ تَنْبِيْهٌ نَبِيْهٌ عَلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضِرٌ نَاظِرٌ فِيْ ذٰلِكَ الْعَرْضِ الْاَكْبَرِ۔

اور اس میں ایک شان والی تنبیہ ہے کہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اس بڑی پیشی میں حاضر ناظر ہوں گے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۵، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۹۲)

سوال: اس سے تو معلوم ہوا کہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم قیامت کے دن حاضر ناظر ہوں گے، آج نہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ "قیامت کے دن کا مالک" ہے۔ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

میں قیامت کے دن ساری اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۱)

حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف قیامت ہی کے دن کا مالک نہیں آج کے دنوں کا بھی مالک اللہ ہی ہے۔ اسی طرح نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم صرف قیامت ہی کے دن اولادِ آدم کے سردار نہ ہوں گے آج بھی ساری اولادِ آدم کے سردار ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی

ہیں لیکن قیامت کی تخصیص اس لیے فرمائی گئی کہ اگرچہ آج کئی بدبخت نہ تو اللہ کو مالک مانتے ہیں (دہریئے، کمیونسٹ) اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری اولادِ آدم کا سردار ــ لیکن قیامت کا دن ایسا ہوگا کہ ہر کوئی اللہ کو مالک مانے گا اور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری اولادِ آدم کا سردار ــ اسی طرح آج کئی کم نصیب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ حاضر و ناظر نہیں مانتے لیکن کل قیامت کے روز سب کو ماننا پڑے گا کہ واقعی نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اعمال پر حاضر ناظر ہیں۔ اسی لیے آپ کی گواہی پر فیصلے ہو رہے ہیں۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

تنبیہ: دلیل نمبر ۵ میں سورۃ نحل کی آیت نمبر ۸۹ پیش کی گئی ہے۔ اس میں غور کرنے سے ایک بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شَہِیۡدًا عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ کے فوراً بعد وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّكُلِّ شَیۡءٍ ۔ فرمانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز جو اعمالِ اُمّت کی گواہی ارشاد فرمائیں گے۔ وُہ مشاہدہ اعمال اس عظیم الشّان کتاب کے ذریعہ بھی کرایا گیا ہے۔

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

اندریں صورت جس پیغمبر پر ایسی جامع کتاب اُتاری گئی اس کی مسئولیت اور ذمہ داری بھی بہت بھاری ہو گی گویا شَہِیۡدًا عَلٰی هٰۤؤُلَآءِ کے بعد

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ فرما کر حضور کے عظیم مرتبہ اور اسی مرتبہ کے مناسب مسئولیت کی طرف لطیف اشارہ فرما دیا۔ (تفسیر عثمانی ص ۳۵۸)

قرآن حکیم میں ہر چیز کا مکمل اور واضح بیان ہے، کوئی چیز اس کائنات میں نہیں جو قرآن حکیم میں نہ ہو۔ ہر ہر اُمتی کا ہر ہر عمل اس قرآنِ حکیم میں موجود ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو قرآن حکیم تمام اسرار سمیت سکھا دیا ہے تو اس تعلیم کے ذریعہ بھی نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوم قیامت اپنی اُمت کے ہر ہر فرد کی گواہی دیں گے۔

ضروری گزارش

میں کافی عرصہ اسی فکر میں رہا کہ عام آدمی کو قرآنِ حکیم کی مذکورہ جامعیت سمجھانا کس آسان انداز میں ممکن ہو سکتا ہے؟ کیونکہ قرآنِ حکیم بظاہر تو تیس پاروں پر مشتمل مناسب ضخامت کی کتاب ہے اور اس میں پوری کائنات از اوّل تا آخر کا تفصیلی ذکر کس طرح مذکور رہے؟

چند دن قبل ایک دوست نے میرے ایک خطاب کی وڈیو کیسٹ مہیا کی، یہ کیسٹ مختصر حجم کی تھی، کیسٹ کے فیتے میں صرف رنگ نظر آرہا تھا لیکن جب اسے ٹی۔وی کی سکرین پر دیکھا گیا تو پورے تین گھنٹے تک کے میرے حرکات و سکنات دکھائی دیے، پورا خطاب من وعن ایک حرف کی تبدیلی کے بغیر سنائی دیا۔ میرے ذہن میں فوراً مسئلہ کا آسان حل منکشف ہوا کہ یہ قرآنِ حکیم بظاہر تو چند ہزار آیات پر مشتمل کتاب ہے، ہم عام لوگوں کو تو صرف ظاہری حروف لکھے نظر آتے ہیں۔

علماء اپنے اپنے علم اور استعداد کے مطابق اس سمندر سے موتی نکالتے ہیں لیکن اسی قرآنِ حکیم کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و رسالت کی سکرین پر ملاحظہ فرمایا تو پوری کائنات کا مشاہدہ فرما لیا۔

قرآنِ حکیم کا نزول تدریجاً ہوا ہے۔ اسی لیے ہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کائنات کا مشاہدہ تدریجاً ہی تسلیم کرتے ہیں۔ جب قرآنِ حکیم کی آخری آیتِ کریمہ نازل ہو گئی تو کائنات کا مشاہدہ بھی مکمل ہو گیا۔ قرآنِ حکیم کی آخری آیتِ کریمہ کے نزول سے قبل نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہر ہر عمل کے مشاہدہ کا دعویٰ ہم اسی لیے نہیں کرتے۔

قرآنِ حکیم کی جامعیّت پر چند دلائل،

ارشادِ ربّانی ہے :

وَنَزَّلنَا عَلَيكَ الكِتٰبَ تِبيَانًا لِّكُلِّ شَيءٍ (پ ۱۴۔ النحل ۸۹)۔

ترجمہ : اور اُتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا۔ (ترجمہ محمود الحسن صاحب دیوبندی)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی دعوٰی تھا کہ قرآنِ حکیم میں ہر علم اور ہر چیز کو بیان فرمادیا گیا ہے۔ پھر آپ نے بطور دلیل یہی آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی :

(تفسیر ابنِ جریر ص ۱۰۸/۱۴)

علاّمہ سید محمود آلوسی بغدادی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں بڑے احسن انداز میں قلم اُٹھایا ہے۔ ان کی ایک عبارت کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے، فرماتے ہیں :

بعض مفسرین اسی طرف گئے ہیں جس کا تقاضا ظاہر آیت نے کیا ہے۔ یہ حضرات نہ تو یہاں تخصیص کے قائل ہیں اور نہ ہی اس بات کے کہ لفظ "کل" یہاں اکثر کے معنی میں ہے۔ یہ فرماتے ہیں کہ دین اور دُنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کا استخراج قرآنِ حکیم سے ممکن نہ ہو۔ اس میں ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ اور لوگوں کا فہم و ذکاء میں مختلف مراتب کا حامل ہونے کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک چیز کسی قوم کے لیے بلیغ بیان ہوتی ہے لیکن وہی چیز دُوسروں کے ہاں یہ مرتبہ نہیں رکھتی۔

اور اس قول کہ "آیت اپنے ظاہر پر ہے" کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ اکبر قدس سرہٗ اور چند دیگر حضرات نے قرآنِ حکیم سے بے شمار پیش آنے والے واقعات کا استخراج فرمایا ہے۔ خود میں نے حروف پر مشتمل ایک جدول دیکھی ہے جو کہ حضرت شیخ کی طرف منسوب ہے۔ اس پر لکھا ہوا تھا کہ اس سے اہلِ محشر کے واقعات کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ ایک طرف یہ لکھا ہوا تھا کہ اس سے اہلِ جنّت کے واقعات کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور ایک طرف یہ لکھا ہوا تھا کہ اس سے دوزخیوں کے حالات، واقعات کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ سب کچھ ان کے دعویٰ کے مطابق قرآنِ حکیم ہی سے مستخرج ہے۔ اور اسی کی مثل "جفر جامع" ہے جو کہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف منسوب ہے، اس کے متعلق بھی کہتے ہیں کہ یہ "جفر" جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے پیش آنے والے واقعات کا جامع ہے اور یہ بھی قرآنِ حکیم ہی سے مستخرج ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "مرسی" کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ قرآنِ حکیم نے اوّلین و آخرین کے علوم کو اس طرح جمع کیا ہے کہ اس کے علم کا احاطہ خداوند قدوس ہی فرما سکتا ہے۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے پھر نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس علم کے وارث جلیل القدر صحابہ کرام مثلاً خلفاء اربعہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تو یہاں تک فرما دیا:

لَوْ ضَاعَ لِیْ عِقَالُ بَعِیْرٍ لَوَجَدْتُہٗ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ۔

اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں اس کا (پتہ) کتاب اللہ

میں پالوں گا۔
(تفسیر روح المعانی ص ۲۱۶ ج ۱۴ مطبوعہ ملتان)

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بے شک قرآن ذوشجون اور ذوفنون اور ظاہروں اور باطنوں کا جامع ہے۔ اس کے عجائب ختم ہونے میں نہ آئیں گے اور اس کی غایت تک پہنچ نہ ہوگی۔

بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کی ہر ایک آیت کے لیے ساٹھ ہزار فہم ہیں۔ (تفسیر الاتقان مترجم ص ۵۸۷ ج ۲)

نمبر۲۔ ارشادِ ربانی ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (پ ۷، الانعام ۳۸)۔

ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

معلوم ہوا کہ کتاب اللہ میں ہر ہر چیز موجود ہے، کوئی چیز ایسی نہیں جس کا ذکر اس کتاب میں نہ ہو۔

سوال: اگرچہ بعض مفسرین نے یہاں "الکتٰب" سے قرآنِ حکیم مراد لیا ہے لیکن بعض مفسرین نے لوح محفوظ بھی تو مراد لی ہے؟۔

جواب: یہ درست ہے کہ لوح محفوظ میں بھی ہر ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ اور بعض مفسرین نے یہاں "الکتٰب" سے لوح محفوظ مراد لی ہے لیکن اس سے ہمارے دعویٰ میں کیا فرق پڑ سکتا ہے۔ اس لیے کہ کتاب پر "اَل" داخل ہے اور قاعدہ یہی ہے کہ "ال" جب اسم مفرد پر داخل ہوتا ہے تو وہ معہود سابق کی طرف پھرتا ہے اور مسلمانوں کے نزدیک

"الکتٰب" کا معہود سابق قرآن ہی ہے۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہاں "الکتٰب" سے مُراد قرآنِ حکیم لینا زیادہ ظاہر ہے۔

چلیے ہم اس مسئلہ پر زیادہ بحث نہیں کرتے اور نہ ہی تفسیر کبیر ص ۲۱۵/۱۲، تفسیر خازن ۱۳۲/۲، مواہب الرحمٰن ص ۱۰۱/۱۱ کے حوالے دیتے ہیں۔

ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ "الکتٰب" سے مُراد لوح محفوظ ہے، لیکن اب ٹھنڈے دل سے قرآن کی عظمت و جامعیت خود قرآنِ حکیم ہی سے پڑھ لیجیے۔

ارشادِ ربانی ہے:

مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَارَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۱۱ یونس ۳۷)

ترجمہ: اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنا لے بے اللہ کے اُتارے ہوئے، ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور الکتاب لوح محفوظ کی تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں، پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے۔

اس آیت کریمہ نے پوری وضاحت سے ہمارے دعوٰی کی تصدیق کر دی ہے کہ قرآنِ حکیم کی جامعیت میں ذرہ برابر بھی شک نہ کرنا یہ تو لوح محفوظ کی تفصیلات کا بھی جامع ہے۔

تفسیر صاوی میں ہے:

(تفصیل الکتٰب) اَیْ مُفَصِّلٌ لِمَا فِی الْکِتٰبِ وَھُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ فَالْقُرْاٰنُ مُفَصِّلٌ لِمَا کُتِبَ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ مِنْ عِلْمِ مَا کَانَ

وَمَا يَكُوْنُ وَمَا هُوَ كَائِنٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَمَنْ أُعْطِيَ شَيْئًا مِنْ أَسْرَارِ الْقُرْآنِ فَلَا يَحْتَاجُ لِلْاِطِّلَاعِ عَلَى اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ بَلْ يَأْخُذُ مِنْهُ مَا أَرَادَهُ۔

یہ قرآن "الکتٰب" کی تفصیل ہے اور "الکتٰب" سے مراد یہاں لوح محفوظ ہے پس قرآنِ حکیم لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہر چیز کی تفصیل ہے یعنی جو کچھ بھی ہو چکا ہے اور جو کچھ بھی دُنیا و آخرت میں ہونے والا ہے سب کچھ کی تفصیل ہے، تو جس شخص کو قرآنِ حکیم کے اسرار میں سے کچھ حصہ بھی عطا ہو جائے پھر وہ لوح محفوظ پر اطلاع کا محتاج نہیں رہتا بلکہ جو کچھ بھی چاہتا ہے قرآنِ حکیم سے ہی اخذ کرتا رہتا ہے۔ (تفسیر صاوی ص ۱۶۱/۲)

مشہور درسی کتاب نُور الانوار میں ہے:

وَحَدِيْثُ مُعَاذٍ مَعْرُوْفٌ وَهُوَ مَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ لَهُ بِمَا تَقْضِيْ يَا مُعَاذُ فَقَالَ بِكِتَابِ اللهِ قَالَ فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ قَالَ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ قَالَ أَجْتَهِدُ بِرَأْيِيْ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِهِ بِمَا يَرْضٰى بِهِ رَسُوْلُهُ فَلَوْ لَمْ يَكُنِ الْقِيَاسُ حُجَّةً لَأَنْكَرَهُ وَلَمَا حَمِدَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَا يُقَالُ إِنَّهُ يُنَاقِضُ قَوْلَ اللهِ تَعَالٰى مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ فَكُلُّ شَيْءٍ فِي الْقُرْآنِ فَكَيْفَ يُقَالُ فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ كِتَابِ اللهِ لِأَنَّا نَقُوْلُ إِنَّ عَدَمَ الْوِجْدَانِ لَا يَقْتَضِيْ عَدَمَ

کَوْنِہٖ فِی الْکِتٰبِ -

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث معروف ہے اور وہ یہ ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا اے معاذ تم فیصلہ کس طرح کرو گے، تو انہوں نے عرض کیا کتاب اللہ سے، پھر فرمایا اگر تمہیں کتاب اللہ میں (جھگڑے کا فیصلہ) نہ ملے تو عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت سے، فرمایا اگر تمہیں اس میں بھی نہ ملے تو، عرض کیا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اللہ کو حمد ہے جس نے اپنے رسول کے ایلچی کو اس چیز کی توفیق دی جس پر اس کا رسول راضی ہے۔ اگر قیاس حجت نہ ہوتا تو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انکار فرما دیتے اور نہ ہی اس پر اللہ کی حمد بجا لاتے۔ یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ما فرطنا فی الکتٰب من شئ" کے مناقض ہے کہ جب ہر چیز قرآن میں ہے تو آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ اگر تجھے کتاب اللہ میں مسئلہ نہ ملے؟ اس لیے کہ شے نہ ملنا اس کے موجود ہونے کے منافی نہیں ہے

(نور الانوار صـ ۲۲۴)

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○ (پ ۷، الانعام ۵۹)

ترجمہ: اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

اس آیت کریمہ نے بھی دو ٹوک اعلان کر دیا کہ ہر خشک و تر چیز کا ذکر کتابِ مبین

میں ہے۔

اب آیئے دیکھیں کہ "کتابِ مبین" کیا چیز ہے۔ قرآنِ حکیم کی سب سے بہترین تفسیر وہ ہے جو خود قرآنِ حکیم فرماتے (اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا)۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں ایک جگہ یوں ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌۙ

(پ ۶، المائدہ، ۱۵)

ترجمہ: تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور ایک روشن کتاب۔

اس آیتِ کریمہ میں کتابِ مبین "روشن کتاب" سے مراد قرآنِ حکیم ہے کیوں کہ اُمت کے پاس قرآنِ حکیم آیا ہے نہ کہ لوح محفوظ۔

معلوم ہوا کہ "کتابِ مبین" قرآنِ مجید ہے جس میں ہر خشک و تر چیز کا ذکر موجود ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں:

وَقَالَ فِیْ صِفَةِ الْقُرْآنِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم کی صفت میں فرمایا، اور ہر خشک و تر چیز کا ذکر قرآنِ حکیم میں مذکور ہے۔ (تفسیر کبیر ص ۳ ج ۲۱)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

ایک مرتبہ آپ کو غیر معمولی تنگدستی پیش آئی جس کی وجہ سے فقاعی کے پاس جانا پڑا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اگر تو میرا مطالبہ پورا کرے تو میں تجھے فقہ کے دو

مسئلے بتاؤں گا اس نے انکار کر دیا۔

قیمت در گرانمایہ چہ دانند عوام — حافظا گوہر یکدانہ مدہ جز بخواص

اتفاق کی بات فقاعی نے قسم کھائی کہ اگر میں اپنی لڑکی کے جہیز میں تمام وہ چیز نہ دوں جو دُنیا میں ہے تو میری بیوی کو تین طلاق، اس کے بعد اس نے علماء سے حکم دریافت کیا تو سب نے یہی جواب دیا کہ تو حانث ہو گیا کیونکہ یہ چیز ممکن ہی نہیں، اب وُہ مجبور ہو کر امام محمّد کے پاس آیا، آپ نے فرمایا کہ بوقت سوال میرا ارادہ یہی تھا کہ میں یہ مسئلہ اور اس کے ساتھ ایک اور مسئلہ بتاؤں گا، لیکن اب تو ایک ہزار اشرفیاں لوں گا تب بتاؤں گا —— تعظیماً لشأن المسئلۃ ۔فقاعی نے ایک ہزار اشرفیاں دے دیں، آپ نے فرمایا کہ جہیز میں قرآن پاک دیدے تو قسم سے نکل جائے گا۔ علماء نے اس کی وجہ دریافت کی، آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ فَوَقَعَ هٰذَا الْجَوَابُ عِنْدَهُمْ فِيْ حَيِّزِ الْقَبُوْلِ۔

(غایۃ السعایہ فی حل مانی الہدایہ ص ۲۷ از مولانا محمّد حنیف گنگوہی فاضل دیوبند)

(مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ۔ جامعہ اشرفیہ۔ لاہور)۔

سوال : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اُمّت کے اعمال کی گواہی دیں گے لیکن اس بنا پر کہ اُمّت کے اعمال آپ پر پیش ہوتے ہیں۔

جواب : ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اعمالِ اُمّت کی شہادت دیں گے۔ اور شہادت میں اصل یہ ہے کہ وہ واقعہ آنکھوں دیکھا ہو۔ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اعمال کو بچشم خود براہِ راست ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ ہمارے اعمال کو قرآنِ حکیم کے ذریعہ بھی مشاہدہ فرما چکے ہیں۔

اگر کوئی صاحب اس براہِ راست مشاہدہ کو تسلیم نہ کریں اور نہ ہی قرآنِ حکیم کے ذریعہ اس مشاہدہ کو مانیں بلکہ "عرض اعمال" کے ذریعہ ہمارے اعمال سے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آگاہ ہونا تسلیم کریں تب بھی چشمِ ماروشن دلِ ماشاد۔ کیوں کہ نتیجہ سب کا ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اعمال سے واقف ہیں ناواقف نہیں تبھی تو روزِ قیامت ہمارے اعمال کی گواہی ارشاد فرمائیں گے۔

قبل اس کے کہ ہم یہ بیان کریں کہ عرضِ اعمال براہِ راست مشاہدہ کے منافی نہیں ہے مناسب سمجھتے ہیں کہ حدیث عرضِ اعمال نقل کر کے اس کی توثیق بھی بیان کر دیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ عَنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ

تُحَدِّثُوْنَ وَیُحَدَّثُ لَکُمْ وَوَفَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَمَا رَاَیْتُ مِنْ خَیْرٍ حَمِدْتُ اللّٰہَ عَلَیْہِ وَمَا رَاَیْتُ مِنْ شَرٍّ اِسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ۔

(رَوَاہُ الْبَزَّارُ وَرِجَالُہٗ رِجَالُ الصَّحِیْحِ)

بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ سیّاح فرشتے ہیں جو میری اُمّت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم بات کرتے ہو (سوال کرتے ہو) تو تمہارے لیے بات کی جاتی ہے (تمہارے سوال کا جواب دیا جاتا ہے) اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے مُجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ تمہارا اچھا عمل دیکھ کر میں اللہ کی حمد بجا لاتا ہوں اور تمہارا بُرا عمل دیکھ کر تمہارے لیے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

اس حدیث کو بزّار نے روایت کیا، اور اس کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد ص ۲۴/۹)

علّامہ عزیزی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَرِجَالُہٗ ثِقَاتٌ۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(السراج المنیر شرح جامع صغیر ص۲/۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ ایمان مدینہ منورہ)

امام زرقانی فرماتے ہیں:

رَوَی الْبَزَّارُ بِسَنَدٍ جَیِّدٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَفَعَہٗ۔

بزار نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مرفوعاً جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (زرقانی علی المواہب ص۳۳۷ ج۵)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاَخْرَجَ الْبَزَّارُ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مسعودٍ مِثْلَهُ۔

بزار نے بکر بن عبداللہ المزنی کی حدیث کی مثل صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔ (خصائص کبری ص۲۸۱ ج۲)

دیوبندی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

رَوَاهُ الْبَزَّارُ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ۔

اس حدیث کو بزار نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(فتح الملہم ص۴۱۳ ج۱)

علماء دیوبند کے سرخیل مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں:

اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ یہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہ چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں اور صلاۃ و سلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمال اُمت آپ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دُنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہیں۔ اس میں کوئی مخالف نہیں۔

(براہین قاطعہ ص۲۰۳-۲۰۴)

علامہ آلوسی نے حدیث عرض اعمال نقل کرنے کے بعد یہ احادیث بھی نقل فرمائی ہیں:

نمبر۱۔ محدث ابن ابی الدنیا نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اپنے بُرے اعمال کے ذریعہ اپنے مُردوں کو رُسوا نہ کرو"۔ اس لیے کہ تمہارے اعمال تمہارے قبر والے رشتہ داروں، دوستوں پر پیش کیے جاتے ہیں۔

نمبر۲۔ امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بیشک تمہارے اعمال قریبیوں اور اہلِ خاندان اموات پر پیش کیے جاتے ہیں، اگر تمہارے اعمال اچھے ہوتے تو وُہ خوش ہوتے ہیں اگر بُرے ہوں تو دُعا مانگتے ہیں اے اللہ جب تک تو اس کو ہماری طرح ہدایت نہ دے اتنی دیر تک اس پر موت طاری نہ فرمانا"

اور ابُو داؤد نے حضرت جابر سے حدیث بیان کی ہے اور اس میں اتنا زیادہ ہے "اور انہیں توفیق عطا فرما کہ وُہ تیری فرمانبرداری کریں"۔

نمبر۳۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت سیدنا ابُو درداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے، وُہ فرماتے ہیں "تمہارے اعمال تمہارے مُردوں پر پیش کیے جاتے ہیں، پس وُہ خوش ہوتے ہیں (اچھے اعمال پر) اور غمگین ہوتے ہیں (بُرے اعمال پر) یہ فرما کر حضرت ابُو درداء یہ دُعا مانگا کرتے تھے" اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ جب میں اپنے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے ملوں تو وُہ مجھ پر ناراض ہوں"۔

علامہ آلوسی یہ تین حدیثیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاُمَّتِہٖ بِمَنْزِلَۃِ الْوَالِدِ بَلْ اَوْلٰی

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کے لیے والد کی جگہ ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر"۔

جب عام رشتہ داروں پر اعمال پیش ہوتے ہیں، تو جو ذات والد سے بھی بڑھ کر ہیں ان پر کیسے اعمال پیش نہ ہوں گے، (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ (روح المعانی صہ ۱۱۳/۱۴)

لطیفہ۔ عصرِ حاضر کے ایک دیوبندی عالم جناب محمّد سرفراز صفدر گکھڑوی نے اس حدیث "عرض اعمال" کو اپنی کتاب "تسکین الصدور" صفحہ ۲۳۵ پر صحیح تسلیم کیا ہے۔ آدمی ہوشیار ہیں فوراً سمجھ گئے کہ اس کا مآل، نتیجہ یہی ہے کہ "نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی بھی اُمّتی کے کسی بھی عمل سے بے خبر نہیں ہیں"۔ چونکہ اس نتیجہ کو تسلیم کرنا گکھڑوی صاحب کے لیے زہر کا پیالہ پی لینے سے بھی زیادہ خطرناک تھا اس لیے انہوں پینترا بدل لیا اور صفحہ ۲۳۶ پر یہ بھی لکھ دیا:

"الغرض یہ حدیث بالکل صحیح ہے لیکن یہ یاد رہے کہ عرض اعمال سے اُمّت کے تمام اعمال کا عرض مُراد نہیں ہے، جیسا کہ شیعہ شنیعہ کا مسلک ہے یا جس طرح غالی قسم کے اہلِ بدعت کا باطل نظریہ ہے بلکہ یہ عرض صرف اجمالی ہے جس میں درُود وغیرہ بعض اعمال پیش کیے جاتے ہیں"۔

گکھڑوی صاحب نے دیانت وامانت کا خون اس طرح کیا کہ خود صفحہ ۲۳۵ پر اسی حدیث کی تصحیح کرتے ہوئے لکھا:

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔ (زرقانی شرح مواہب ج ۵ ص ۳۳۷)

نیز اسی تسکین الصّدور کے صہ ۲۴۲ پر لکھا:

"اور علامہ زرقانی کا تساہل ثابت نہیں"۔

لیکن زرقانی علی المواہب ۳۳۷/۵ سے رَوَی البزار بِسَنَدٍ جَیِّدٍ عَنِ ابنِ مَسعُودٍ رَفَعَہٗ کے الفاظ تو نقل کر دیے لیکن صرف چھ سطروں بعد والی عبارت کو اپنے موافق نہ پا کر ہضم فرما گئے۔

علامہ زرقانی کی عبارت ملاحظہ ہو:

وَلَا یُعَارِضُہٗ قَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ کُلَّ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَتُعْرَضُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَالْآبَاءِ وَالْاُمَّھَاتِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَیَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِھِمْ وَتَزْدَادُ وُجُوْھُھُمْ بَیَاضًا وَاِشْرَاقًا فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُؤْذُوْا مَوْتَاکُمْ رَوَاہُ الْحَکِیْمُ التِّرْمِذِیُّ لِجَوَازِ اَنَّ الْعَرْضَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلَّ یَوْمٍ عَلٰی وَجْہِ التَّفْصِیْلِ وَعَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَمِنْھُمْ نَبِیُّنَا عَلٰی وَجْہِ الْاِجْمَالِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِجْمَالًا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی کہ ہر پیر اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ پر عمل پیش کیے جاتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام اور ماں باپ پر جمعہ کے روز، پس ماں باپ اولاد کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی چمک دمک بڑھ جاتی ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اور اپنے مُردوں کو اذیّت مت دو۔ (اس حدیث کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے) حدیث عرضِ اعمال کے معارض نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ جائز ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر روز تفصیلاً اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اور

انبیاء کرام علیہم السلام اور ان میں ہمارے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں، پر ہر جمعہ کو اجمالاً ۔ پس نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی حیثیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر روز تفصیلاً اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور جمعہ کے روز اجمالاً ۔ (زرقانی علی المواہب ۳۳۷/۵)

اب گھمڑوی صاحب ہی بیان فرمائیں گے کہ علامہ زرقانی کا شمار شیعہ شنیعہ میں ہوتا ہے یا غالی اہلِ بدعت میں ؟ ۔

لامحالہ ماننا پڑے گا کہ تفصیلی عرض اعمال کا عقیدہ اہلِ سُنّت کا ہے ۔ اور اس پر مرتب ہونے والے نتیجہ (نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہر اُمتی کے ہر ہر عمل سے باخبر ہیں) کے قائل بھی اہلِ سُنّت ہی ہیں ۔

عرضِ اعمال اور نورِ نبوّت سے مشاہدہ

سوال: عرض اعمال ماننے سے تو خود مشاہدہ فرمانے کی نفی ہو جائے گی؟

جواب: جب اعمال نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں تو اس وقت یقیناً نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ قرآنِ حکیم کے ذریعہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعمالِ اُمّت کا مشاہدہ فرما چکے ہیں۔ کما مرّ۔

اور جب کوئی اُمّتی عمل کر رہا ہوتا ہے تو اسی وقت خود بھی مشاہدہ فرما رہے ہوتے ہیں۔ اس مشاہدہ فرمانے کو عرضِ اعمال کے منافی نہ سمجھا جائے اس لیے کہ زرقانی ج۵ ص۲۳۷ کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو اللہ کی بارگاہ میں لوگوں کے عمل پیش ہوتے ہیں جس طرح بارگاہ الوہیّت میں عرضِ اعمال صرف اس بارگاہ کی عظمت کے لیے ہے، اس کے علیم و بصیر ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اسی طرح بارگاہِ نبوّت میں عرضِ اعمال صرف اس بارگاہ کی عظمت کے اظہار کے لیے ہے، نُورِ نبوّت سے مشاہدہ فرمانے کے منافی نہیں ہے۔

نُورِ نبوّت سے مشاہدہ فرمانے کے چند دلائل

نمبرا عَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ حَتّٰی رَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَ مَغَارِبَھَا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا ہے حتیٰ کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔ (مسلم شریف ص ۳۹۰)

سوال: یہ حالت تو صرف وقتی تھی۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد میں بھی یہ کمال حاصل رہا۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے جو کمال ایک مرتبہ اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرما دیا، پھر واپس نہیں لیا۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (پ ۳۰، ضحیٰ ۴)

اور تیری ہر آخری گھڑی پہلی گھڑی سے اچھی ہو گی۔

اس آیت کی تفسیر میں مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اور مزید سنو! تیری ہر آخری گھڑی تیرے لیے پہلی گھڑی سے اچھی ہوگی، یعنی ہر آن تیری ظاہری اور باطنی ترقی ہو گی۔ (تفسیر ثنائی ص ۲۲۷)

نمبر۲: نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ رَفَعَ لِىَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَاهُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّىْ هٰذِهٖ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے

دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

(کنز العمال ص ۴۲۰/۱۱ حدیث نمبر ۳۱۹۷۱ زرقانی علی المواہب ص ۲۰۳/۷)۔

سوال: کنز العمال میں ہی یہ حدیث ص ۳۷۸/۱۱ پر بھی موجود ہے لیکن وہاں اس کے بعد سَنَدُہٗ ضَعِیفٌ بھی لکھا ہوا ہے۔ جب یہ حدیث ہے ہی ضعیف تو اسے پیش کرنے کا فائدہ؟

جواب۱: اس حدیث کو حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تین محدثین روایت فرما رہے ہیں۔

۱۔ نُعَیم بن حمّاد ۲۔ امام طبرانی ۳۔ اَبُونُعَیم صاحب حلیۃ، صاحبِ کنز العمال نے اس حدیث کو ص ۳۷۸/۱۱ پر نعیم بن حمّاد کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اور ص ۴۲۰/۱۱ پر امام طبرانی اور اَبُونعیم کے حوالہ سے ــــ اور سندہ ضعیف والا جملہ اس روایت کے بعد ہے جو نعیم بن حمّاد کے حوالہ سے ہے جبکہ امام طبرانی اور اَبُونعیم کے حوالہ سے روایت کے بعد یہ جُملہ مذکور نہیں ہے۔ تو نتیجہ یہی نکلا کہ اس حدیث کے تین طریق ہیں جن میں سے صرف ایک ضعیف ہے اور اہلِ علم کے ہاں یہ بات مسلّم ہے کہ ایک سند کے ضعیف ہونے سے دُوسری سندیں ضعیف نہیں ہو جاتیں بلکہ صحیح سند کی وجہ سے ضعیف سند میں قوّت آجاتی ہے۔

جواب۲: صرف یہی حدیث ہی ہماری دلیل نہیں ہے حدیث ثوبان بھی تو ہماری دلیل ہے۔ اس کو بھی اس حدیث عبداللہ بن عمر کا شاہد بنایئے اور اس حدیث کو بھی جسے امام ترمذی نے حضرت اَبُوذر رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ۔

بے شک میں وُہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہو اور وُہ کچھ سُنتا ہُوں جو تم نہیں سُنتے۔ (ترمذی ص۵۷ ج۲ ابواب الزہد)

جواب۳: اگر کسی کج بحث کی مذکورہ دلائل کے بعد بھی تسلّی نہ ہو اور وُہ حضرت عبداللہ بن عمرو والی اس حدیث کو ضعیف ہی کہنے پر اصرار کرے تو اسے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے اس مسئلہ اور دعوٰی کا تعلق باب فضائل سے ہے جہاں ضعیف حدیث بھی قابلِ قبوُل ہوتی ہے۔

جواب۴: شارح بُخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ایک جلیل القدر امام مسلّم الثبوت محدّث ہیں نے نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ طیبہ پر ایک بہترین کتاب "المواہب اللدنیہ" کے نام سے تصنیف فرمائی ہے اس میں انہوں نے "مَا اَخْبَرَ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغُیُوْبِ" مستقل عنوان قائم فرمایا ہے اور اس میں سب سے پہلے یہی حدیث پاک نقل فرما کر استدلال کیا ہے۔

امام قسطلانی نے اس حدیث سے استدلال کر کے اور امام زرقانی نے اس کی بہترین شرح فرما کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ مذکورہ حدیث سے استدلال نہایت متحسن اور مُبارک ہے۔

دلیل نمبر۳: خداوند قدوس فرماتے ہیں:

جب میں کسی کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ

يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُ بِهٖ

میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ (صحیح بخاری شریف ص ۹۶۳/۲)

امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں:

وَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعًا لَہٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ بَصَرًا لَہٗ رَأَی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ۔

جب اللہ کے جلال کا نور بندے کے کان بن جاتا ہے تو بندہ قریب اور بعید کی بات سن لیتا ہے۔ اور جب یہی نور بندے کی آنکھ بن جاتا ہے تو بندہ قریب اور بعید کو دیکھ لیتا ہے۔ (تفسیر کبیر ص ۹۱/۲۱ مطبوعہ ایران)

اس حدیث قدسی اور امام رازی کی تشریح و توضیح سے معلوم ہوا کہ اللہ کا پیارا اسی کی قوت سے سنتا اور دیکھتا ہے۔ قدرتِ خداوندی قرب و بُعد کا فرق نہیں رکھتی۔ جب اللہ کا ایک پیارا دور و نزدیک کو دیکھتا سنتا ہے تو سیّد المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اطہر کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

سوال: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہر ہر امتی کے ہر ہر عمل کے علم اور مشاہدہ کا دعوی درست نہیں، اس لیے کہ قیامت کے روز اللہ تعالی رسولوں کو جمع فرما کر ان سے ان کی امتوں کے ایک عمل کے متعلق سوال فرمائے گا تو رسل صاف صاف لاعلمی کا اعلان کر دیں گے۔

ارشادِ ربانی ہے:

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا

اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۔ (پ ۷، المائدہ ۱۰۹)

ترجمہ: جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔ بے شک تُو ہی ہے غیبوں کو خوب جاننے والا۔

جواب: اس آیتِ کریمہ کو نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی لاعلمی کے لیے پیش کرنا درست نہیں ہاں تواضع کے لیے پیش کرنا درست ہے۔ اس لیے کہ اَبُوجہل، اَبُولہب، عتبہ، عتیبہ، شیبہ، ولید بن مغیرہ وغیرھم کفّار نے جو جواب نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیا تھا وُہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یقیناً معلوم ہے اور سیدنا صدیقِ اکبر، فاروقِ اعظم، عثمان غنی، علی المرتضیٰ و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے جس جس انداز میں نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیغامِ توحید کو قبول کیا وُہ بھی یقیناً نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علمِ اقدس میں ہے تو معلوم ہوا کہ قیامت کے روز لَاعِلْمَ لَنَا کہنا تواضع پر مبنی ہوگا لاعلمی پر نہیں۔

علّامہ صاوی فرماتے ہیں:

وَاُجِیْبَ ایضًا بِاَنَّ الْمُرَادَ نَفْیُ الْعِلْمِ الْحَقِیْقِی ۔

علماء نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ علمِ حقیقی کی نفی مُراد ہے۔

(صاوی علی الجلالین ص ۲۷۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)۔

واضح ہوا کہ انبیاء کرام علیھم السلام کو علم تو ہے کہ قوم نے انہیں کیا جواب دیا تھا لیکن وُہ مقامِ سکوت کی وجہ سے اللہ کی بارگاہ کا ادب اور تواضع کرتے ہوئے یہی

کہیں گے لَاعِلمَ لنا ۔ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الغیوب ۔ کہ یا اللہ ہمیں حقیقی اور ذاتی علم کسی چیز کا نہیں ، تُو ہی حقیقی اور ذاتی طور پر ہر طرح کے غیب کو جاننے والا ہے ۔

اس کی ایک مثال ہم صحیح بُخاری سے بھی پیش کر دیتے ہیں کہ بسا اوقات بندہ تواضع کی وجہ سے بھی اپنے علم کو ظاہر نہیں کرتا ۔

حضرت اَبُو بکرہ فرماتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے "یوم نحر" کو خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کونسا دن ہے ؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسُول ہی بہتر جانتے ہیں ...... فرمایا یہ کونسا مہینہ ہے ؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسُول ہی بہتر جانتے ہیں ...... پھر فرمایا یہ کونسا شہر ہے ؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسُول ہی بہتر جانتے ہیں ...... (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ۔ (بخاری شریف ص ۲۳۴)

اب سوچنے کی بات ہے کہ کیا صحابہ کرام کو نہیں معلوم تھا کہ یہ دن کونسا ہے ، مہینہ کونسا ہے اور شہر کونسا ہے ؟ یقیناً معلوم تھا لیکن محض ادب اور تواضع کو اختیار کرتے ہوئے عرض کیا ، اللہ و رسُولہ اعلم ۔

یہ ہم پیچھے با حوالہ عرض کر آئے ہیں کہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اُمّت کی گواہی ارشاد فرمائیں گے ۔ ظاہر ہے کہ اگر علم نہیں تو گواہی کیسی ؟ اور اگر گواہی ہے اور یقیناً ہے تو لاعلمی کیسی ؟ ۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جہاں "لاعلم لنا" کہا جائے گا وُہ وقت اور مقام اور ہو گا یعنی مقامِ سکوت ۔ اور جہاں اَنبیاء کرام علیہم السّلام گواہی ارشاد فرمائیں گے وُہ وقت اور مقام اور ہو گا یعنی "مقامِ عدل" ۔

سوال : قیامت کے روز کچھ لوگ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئیں گے ،

حضور علیہ السلام انہیں اصیحابی کہہ کر بلائیں گے اس وقت آپ سے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ (مسلم شریف ص۲۴۹ ج۲)

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّت کے ہر ہر فرد کو جانتے ہوں تو قیامت کے دن انہیں یوں فرمانے کی ضرورت کیوں پیش آئے گی۔

جواب۱: یہ سوال انتہائی عجیب ہے، اگر اسی سوال پر ذرا گہری نظر ڈال لی جائے تو بات واضح ہو جائے گی کہ جو ماجرا قیامت کے دن پیش آئے گا اسے پہلے ہی بیان فرما دینا علم کی دلیل ہے۔

جواب۲: نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حوض پر آنے والے جن لوگوں کو "اُصیحابی" کہہ کر پکاریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر ایک کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اس کی دلیل وُہ حدیث ہے جس کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

وَلِلطَّبَرَانِي مِنْ حَدِيثِ أَبِي الدَّرْدَاءِ نَحْوَهُ وَزَادَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ لَّا يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ لَسْتَ مِنْهُمْ وَسَنَدُهُ حَسَنٌ۔

امام طبرانی نے حضرت اَبُودرداء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث اسی طرح کی بیان فرمائی اس میں اتنا اضافہ ہے۔ پھر میں نے عرض کیا یارسُول اللہ میرے لیے دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں سے نہ کرے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تُو ان میں سے نہیں ہے۔ اس

حدیث کی سند حسن ہے۔ (فتح الباری ص۳۴۵ ج۱۱)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ بِإِسْنَادَیْنِ وَ رِجَالُ اَحَدِهِمَا رِجَالُ الصَّحِیْحِ غَیْرَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَشْعَرِیِّ وَ هُوَ ثِقَةٌ۔

امام طبرانی نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے۔ ایک سند کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں علاوہ ابو عبداللہ اشعری کے اور وہ ثقہ ہے۔ (مجمع الزوائد ص۳۶۸ ج۱۰)

اس حدیث پر غور کرنے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حوض پر وارد ہونے والے ان لوگوں میں سے فرداً فرداً ہر ایک کو پہچانتے ہیں تبھی تو حضرت ابو درداء سے فرمایا تو ان میں سے نہیں ہے۔

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر ایک کو پہچانتے ہیں تو پھر قیامت کے دن "اصیحابی" کہنے کی کیا حکمت ہے؟ محققین علماء نے اس کی متعدد وجوہ بیان فرمائی ہیں جن میں سے ۲ کا ہم ذکر کر دیتے ہیں:

نمبر۱: حوض پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دریائے رحمت و سخاوت جوش میں ہو گا اس لیے ان مرتدین کی بد اعمالیوں کی طرف توجہ نہ ہو گی، پھر جب اَمَا شَعَرْتَ مَا اَحْدَثُوا بَعْدَكَ کہہ کر توجہ کرائی جائیگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سُحْقًا سُحْقًا کہہ کر نکال دیں گے۔

نمبر۲: اس دن اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کی شان کا ظہور ہو گا۔ اور اس کی دلیل لفظ "اصیحابی" ہے اور اس میں یائے تصغیر تحقیر پر دال ہے۔

نماز میں بصیغہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام سے استدلال

نمازی نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یوں سلام عرض کرتا ہے "السّلام عَلَیكَ اَیُّهَا النَّبِیّ" یا نبی آپ پر سلام ہو۔ یہ سلام بصیغہ خطاب اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعمالِ اُمّت پر حاضر ناظر ہیں۔

یاد رہے کہ یہ سلام بطور انشاء ہے، بطور حکایت نہیں۔ اس مسئلہ کی مفصل بحث ہماری کتاب "وہابیّت و بریلویّت" کے صفحات ۶۹ تا ۷۴ پر ملاحظہ ہو۔

سر دست ہم یہاں ظہیر ہی کے ایک مسلّم بزرگ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ہی کی ایک توجیہ یہاں نقل کر رہے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مسئلہ حاضر ناظر میں ہمارا نظریہ کوئی الگ نظریہ نہیں۔ ہے۔

نواب صاحب لکھتے ہیں:

وبعضے از عرفا قدس سرہم گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ذوات مصلّیان موجود و حاضر ست پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بہ انوار قرب و اسرار معرفت منوّر و فائض گردد۔

بعض عارفین قدس سرہم نے فرمایا ہے کہ نماز میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو اس لیے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرّوں میں ممکنات کے ہر ہر فرد میں جلوہ گر ہے، پس نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں۔ پس نمازی کو چاہیے کہ اس معنی و مفہوم سے آگاہ رہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہو تاکہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے منور اور فیضیاب ہو۔ (مسک الختام شرح بلوغ المرام ص۲۵۹)

آنِ واحد میں متعدّد مقامات پر موجودگی

پچھلے صفحات میں ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ نبیِ مکرّم شفیعِ معظّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے جسمِ بشری کے ساتھ گنبدِ خضرا میں جلوہ گر ہیں لیکن قرآنِ حکیم کے ذریعہ بھی، عرضِ اعمال سے اور نُورِ نبوّت سے بھی ہر اُمتی کے ہر ہر عمل کا مشاہدہ فرما رہے ہیں وللہ الحمد۔

یہاں ایک اور بات بھی ذہن نشین فرماتے چلیے کہ اگرچہ نبیِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلّم گنبدِ خضرا میں جلوہ گر ہیں لیکن جہاں چاہیں جتنے مقامات پر چاہیں تشریف فرما ہو سکتے ہیں۔ ہمارے مخالفین اس بات کا بھی یہ کہہ کر مذاق اڑاتے رہتے ہیں کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ہی ذات ایک وقت میں متعدّد مقامات پر موجود ہو؟

قبل اس کے کہ ہم رحمۃً للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلّم کی بیک وقت جلوہ گری بیان کریں یہ بھی واضح کرتے چلیں کہ ایک وقت میں متعدّد مقامات پر موجود ہونے کی قوت تو شیطان اور ملک الموت و دیگر فرشتوں کو بھی حاصل ہے۔ جب دُوسری مخلوق جن میں مقربین بھی شامل ہیں اور مردودِ بارگاہِ ایزدی کو بھی یہ قوت حاصل ہے تو سیّد الخلق صلی اللہ علیہ وسلّم میں یہ قوت تسلیم کر لینا کس طرح گناہ ہو سکتا ہے۔

شیطان ملعون کا آنِ واحد میں متعدّد مقامات پر موجود ہونا

جب خداوندِ قدّوس جلّ وعلا نے ابلیس لعین کو حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کرنے کی پاداش میں مردود قرار دے دیا تو اس وقت اس لعین نے بارگاہِ خداوندی

میں یہ عرض کی:

اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○
قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ○
ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ
اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ○

(پ ۸ الاعراف ۱۴-۱۵-۱۶-۱۷)

ترجمہ: بولا کہ مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں، فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی، بولا تو جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر، پھر ان پر آؤں گا ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے اور نہ پائیگا تو اکثروں کو ان میں شکر گزار۔ (ترجمہ محمود الحسن صاحب دیوبندی ص۱۹۶)

مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ اکیلے ابلیس میں اللہ کی بیشمار انسانی مخلوق میں سے ہر ایک کی راہ میں بیٹھنے اور ان پر چاروں طرف سے حملہ آور ہونے کی قوت موجود ہے۔ اگر ابلیس ملعون میں آنِ واحد میں متعدد مقامات پر موجود ہونے کی قوت ماننا شرک نہیں ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اگر متعدد مقامات پر جلوہ گر تسلیم کر لیا جائے تو شرک ہرگز نہ ہوگا۔

سوال: شیطان کا دعوٰی کہ "میں ہر آدمی کی راہ میں بیٹھوں گا اور ہر آدمی پر چاروں طرف سے حملہ آور ہوں گا"۔ ہو سکتا ہے کہ جھوٹ پر مبنی ہو کیونکہ شیطان تو ہے ہی کذاب۔

جواب: شیطان کے کذاب ہونے میں تو قطعاً شک نہیں لیکن ——— الکذوبُ قد یصدق - جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے ——— بھی حق ہے

ابلیس ملعون نے یہ دعویٰ اللہ ربُّ العزت کے سامنے کیا تھا۔ اگر اس میں متعدد مقامات پر موجود ہونے کی قوت نہ ہوتی تو جواب میں اللہ تعالیٰ فرما دیتا، اے ظالم تیرے اندر تو یہ قوت پیدا ہی نہیں کی گئی، تو میرے بندوں کو کیسے گمراہ کرے گا؟

لیکن اللہ تعالیٰ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا:

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ (پ ۸ الاعراف ۱۸)

ترجمہ: کہا نکل یہاں سے بُرے حال سے مردود ہو کر، جو کوئی ان میں سے تیری راہ پر چلے گا تو میں ضرور بھر دوں گا دوزخ کو تم سب سے۔

مطلب یہ کہ تیرے اندر یہ قوت تو ہے لیکن تو بھی سُن لے کہ میرا جو بھی بندہ تیرے ان حملوں کی وجہ سے میری اطاعت کو چھوڑ کر تیری اطاعت اختیار کرے گا اسے بھی اور تجھے بھی سب کو جہنم بھیجوں گا۔

نبیِ اکرم شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی:

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَی الدَّمِ (بخاری شریف ص ۲۷۳/۱)

ترجمہ: بیشک شیطان ابنِ آدم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔

بھی اس بات کی دلیل ہے کہ شیطان کو ہر انسان کے ساتھ رہنے کی قوت حاصل ہے

ملک الموت کی قوت

اس وقت پُوری دُنیا میں اربوں انسان بستے ہیں۔ اور ایک ہی وقت میں متعدد انسان لقمۂ اجل بھی بنتے ہیں، کوئی امریکہ میں مرتا ہے تو کوئی اسی وقت روس میں، کوئی پاکستان سمیت مختلف ممالک میں۔ ان سب کی رُوح قبض کرنے والا فرشتہ ایک ہی ہے جس کا نام عزرائیل علیہ السلام ہے اسی وجہ سے انہیں "ملک الموت" کہتے ہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے:

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ (پ ۲۱ السجدہ ۱۱)

ترجمہ: تو کہہ قبض کر لیتا ہے تم کو موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے، پھر اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

سوال: ہر مرنے والے کی رُوح حضرت عزرائیل علیہ السلام قبض نہیں فرماتے بلکہ عزرائیل علیہ السلام کے مددگار فرشتے لوگوں کی ارواح قبض فرماتے ہیں۔

چونکہ عزرائیل علیہ السلام باقی مددگار فرشتوں کے افسر ہیں اس لیے کبھی قبض رُوح کی نسبت عزرائیل علیہ السلام کی طرف ہوتی ہے۔ (بَنَی الْاَمِیْرُ الْمَدِیْنَةَ۔ مثال اس بات کے سمجھنے کے لیے کافی ہے) اور کبھی ان موکل فرشتوں کی طرف۔

چونکہ یہ تمام کام اللہ کے حکم سے سرانجام پاتے ہیں اس لیے کبھی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔

اعوان و مددگار فرشتوں کا قبض ارواح کی ڈیوٹی سرانجام دینے کا ذکر

مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ میں ملاحظہ ہو:

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (پ ۷ الانعام ۶۰)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے تو اسے ہمارے بھیجے ہوتے وفات دیتے ہیں۔

جواب: ہمارا دعوٰی یہ ہے کہ عزرائیل علیہ السلام اکیلے ہی متعدد مقامات پر بیک وقت جلوہ گر ہوتے ہیں اور روح ہر نفس کی قبض فرماتے ہیں۔ لیکن فہم قرآن سے عاری حضرات کو یہ بات سمجھ نہ آئی۔ حالانکہ اگر وہ متقدمین کی تفاسیر کا مطالعہ کر لیتے تو آیات میں تطبیق کا طریقہ بھی سمجھ میں آجاتا اور ہمارے دعوٰی پر ایمان بھی لے آتے۔

تفسیر خازن میں ہے:

اگر تو سوال کرے کہ ایک آیت میں یہ ہے "اللہ تعالیٰ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض فرماتا ہے"۔

ایک اور آیت میں فرمایا:

فرما دیجیے تم کو ملک الموت وفات دیتا ہے جو تم پر مقرر ہے۔

اور یہاں فرمایا:

"ہمارے بھیجے ہوئے وفات دیتے ہیں"

تو ان تینوں آیات میں تطبیق کس طرح ہو گی؟

تو میں جواب دوں گا،

کہ ان آیات میں تطبیق اس طرح ہے کہ حقیقت میں وفات دینے والا اللہ ہے۔

پس جب کسی بندے کی موت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ ملک الموت کو اس کی رُوح قبض کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ملک الموت اپنے مددگار فرشتوں کو اس بندے کی روح نکالنے کا حکم دیتا ہے پھر جب رُوح بندے کے حلقوم تک پہنچ جاتی ہے تو ملک الموت بذاتِ خود اس بندے کی رُوح قبض فرماتا ہے۔

امام مجاہد (مشہور تابعی) نے فرمایا کہ پُوری روئے زمین ملک الموت کیلئے طشت کی مثل کر دی گئی ہے۔ جہاں سے چاہتا ہے پکڑ لیتا ہے۔ اس کے کئی مددگار بھی ہیں جو رُوح کو قبض کرتے ہیں، پھر ملک الموت ان سے رُوح لے لیتا ہے۔

امام مجاہد نے یہ بھی فرمایا کہ ملک الموت ہر روز دو مرتبہ ہر گھر والے کے پاس آتا ہے۔ (تفسیر خازن ص ۱۴۲/۲)

معلوم ہوا کہ اگرچہ ملک الموت کے ماتحت متعدّد فرشتے ہیں جو رُوح قبض کرتے ہیں لیکن پھر بھی ملک الموت مرنے والے کے پاس ہی ہوتا ہے اور رُوح جب حلقوم تک پہنچ جاتی ہے تو ملک الموت خود قبض فرماتا ہے۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مضمون مندرجہ ذیل تفاسیر میں بھی ملاحظہ ہو۔ (ابنِ جریر ص ۱۳۹/۷، ابنِ کثیر ص ۱۳۸/۲، قرطبی ص ۷)

منکر نکیر کی ہر قبر میں موجودگی

قبر میں مُردہ سے سوال کرنے کے لیے دو فرشتے آتے ہیں جن کو منکر نکیر کہا جاتا ہے کیا یہ دو جماعتوں کے نام ہیں یا دو اشخاص کے۔ اگر یہ دو جماعتوں کے نام ہوں تو پھر یہ ہمارے دعویٰ کی دلیل نہیں ہے لیکن اگر یہ دو اشخاص کے نام ہیں، یعنی دو فرشتے ہر قبر میں جاتے ہیں تو یہ بھی ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے کچھ ایسے بھی

ہیں جو ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:

ظاہر آنست کہ منکر و نکیر نام دو شخص است کہ بر سر ہر میت متمثل حاضر آیند

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص ۱۱۸/۱)

انبیاء کرام علیہم السلام کی متعدد مقامات پر جلوہ گری

شبِ معراج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب موسیٰ علیہ السلام کی قبرِ انور کے پاس سے گزرے تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبرِ انور میں نماز ادا فرما رہے تھے۔

(مسلم شریف ص ۲۶۸/۲ نسائی شریف)

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام وہاں بھی استقبال کرنے والے انبیا میں شامل تھے۔ انہوں نے السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر السلام علیک یا حاشر کے الفاظ سے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کیا۔

(تفسیر ابنِ کثیر ص ۵/۳ دلائل النبوۃ ص ۳۶۲/۲ از امام بیہقی، نشر الطیب ص ۶۹، مطبوعہ تاج کمپنی)

پھر جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے تو چھٹے آسمان پر پھر موسیٰ علیہ السلام موجود تھے۔

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی متعدّد مقامات پر جلوہ گری

۱- نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تلقین فرمائی - حضرت سیدنا ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا اثاثہ لے کر حاضر ہو گئے تو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان سے پُوچھا :

مَا اَبْقَیْتَ لِاَهْلِكَ -

"تُو اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آیا ہے"

پیکرِ صداقت و وفا نے اس سوال پر یوں عرض کیا :

اَبْقَیْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ -

"مَیں ان کے لیے اللہ اور اس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کو چھوڑ آیا ہوں"-

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۶ ، کنزالعمال ص ۴۹۱/۱۲ ، الدارمی ، د ، ت وقال حسن صحیح)

معلوم ہوا ،

حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا بھی ایمان تھا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جس طرح مسجد شریف میں جلوہ گر ہیں اسی طرح (روحانی طور پر) ہمارے گھر میں بھی موجود ہیں -

۲- نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے :

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ -

"جو مجھے خواب میں دیکھے گا وُہ مجھے جاگتے ہوئے بھی دیکھے گا"

(بخاری شریف ص ۱۰۳۵/۲)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خواب میں زیارت کرنے والے بے شمار

لوگ ہیں، اس حدیث کے مطابق انہیں جاگتے ہوئے بھی سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت ضرور نصیب ہوگی خواہ عندالموت ہی کیوں نہ ہو۔

اگر نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم متعدد مقامات پر جلوہ گری فرما ہی نہیں سکتے تو خوش بختوں کو بیداری میں دیدار کس طرح کرائیں گے۔

دارالعلوم دیوبند کے ایک سابق شیخ الحدیث مولوی محمّد انور شاہ صاحب کشمیری کہتے ہیں:

میرے نزدیک عالمِ بیداری میں نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت ہر اس شخص کے لیے ممکن ہے جس کی قسمت میں اللہ جلّ شانہٗ یہ امر کر دے۔ جیساکہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے بائیس مرتبہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی ہے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے احادیث کے متعلق سوال کیا تو نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تصحیح کے بعد امام سیوطی نے ان حدیثوں کو صحیح قرار دیا۔

شیخ شاذلی کا کوئی کام سلطانِ وقت کے پاس اٹکا ہوا تھا۔ چونکہ وہ بادشاہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی تعظیم کرتا تھا اس لیے شیخ شاذلی نے امام سیوطی کو بادشاہ سے سفارش کے متعلق لکھا تو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس میں میرا بھی نقصان ہے اور پوری اُمّت کا بھی۔ اس لیے کہ مَیں متعدد مرتبہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرّف ہوا ہوں۔ اگر میں بادشاہ کے دروازے پر چلا گیا تو ممکن ہے کہ اس شرف سے محروم رہ جاؤں تو میں اُمّت کے اس بڑے نقصان کے مقابلہ میں تیرے چھوٹے نقصان پر راضی ہوں۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ میں بھی سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم

کی زیارت اقدس سے مشرف ہو چکا ہوں۔ اور اپنے آٹھ ساتھیوں سمیت صحیح بخاری بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھی ہے۔ امام شعرانی نے ہر ایک کا نام بھی بتایا، ان میں ایک حنفی تھا۔ اور وہ دعا بھی لکھی جو صحیح بخاری کے ختم کے وقت مانگی تھی۔

پس عالمِ بیداری میں زیارتِ اقدس ثابت ہے اور اس کا انکار جہالت ہے

(فیض الباری ص ۲۰۴/۱)

۳۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا تو خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصیت فرماتے ہوئے ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ معاذ رضی اللہ عنہ سوار تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب آپ وصیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ قریب ہے کہ تو مجھے اس سال کے بعد نہیں ملے گا۔ اور شاید تو میری مسجد اور میری قبر پر گزرے یہ سن کر حضرت معاذ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فراق کے غم میں رونے لگے تو آپ نے ادھر سے التفات کر کے مدینہ طیبہ کی طرف منہ کیا اور فرمایا:

اِنَّ اَولَی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا حَیْثُ کَانُوْا

"بیشک میرے بہت قریب وہ لوگ ہیں جو متقی ہوں جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں"

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۵ ۔ ص ۴۴۶ کتاب الرقاق فصل سوم ۔ مسند احمد ص ۲۳۵/۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا۔

(۱)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی عطاء سے یہ علم تھا کہ اب معاذ رضی اللہ عنہ ان سے ملاقات نہ کر پائیں گے بلکہ قبر انور پر حاضری دیں گے۔

(ب)۔ احباب تقویٰ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل رہے گا۔

اسی حدیث کی شرح میں مظاہر حق جدید میں ہے:

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ ارشاد کے ذریعہ گویا حضرت معاذ کو تسلی دی کہ ہماری ظاہری جدائی کا غم نہ کھاؤ بلکہ تقویٰ کو اختیار کیے رہو اگر تم متقی رہے تو گو ظاہری اعتبار سے تم ہم سے جدا رہو گے مگر معنوی طور پر ہمارے ساتھ ہی ہو گے۔

(مظاہر حق جدید ص ۲۹/۴)

چند سطور چھوڑ کر پھر لکھا:

نیز اس میں تمام اُمت کے لیے یہ تسلی بھی پوشیدہ ہے کہ جن لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور آپ کی خدمت وصحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا ہے خواہ وُہ کتنا ہی زمانہ کے بعد پیدا ہوں گے اگر وُہ تقوی اختیار کریں گے تو انہیں بارگاہِ رسالت میں تقرب حاصل ہو گا۔ اللّٰھم ارزقنا ھذہ النعمۃ۔

(مظاہر حق جدید ص ۲۹/۴)

غیر مقلدوں کے استاذ الاساتذہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سلفی لکھتے ہیں:

یہ تسلی ہے معاذ کو کہ تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اور ہمارے فراق پر غم نہ کھا جبکہ متقیوں میں سے ہو وے تو اس صورت میں اگرچہ جُدا ہوتا ہے معنیٰ میں ہمارے ساتھ ہی ہے تُوں۔

(مشکوۃ مترجم ص ۲۸/۴)

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی بھی ارشاد فرماتے ہیں:

گویا ایں وصیت وتسلیہ مر معاذ را کہ باید تقویٰ ورزی و بر فراق ما غم نخوری چوں از متقیاں باشی بصورت اگرچہ جُدا باشی بمعنی با مائی (اشعۃ اللمعات ص۲۰۸)

سوال: اس حدیث معاذ سے تو اتنا معلوم ہوا کہ متقین کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوتا ہے یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان متقین کا علم بھی ہے۔

جواب: بغیر علم کے آدمی کو قرب حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ آدمی اسے ہی اپنا مقرب بناتا ہے جس کی عادات وخصائل کا علم ہو اور اسے وُہ عادات وخصائل بھلی بھی محسوس ہوں۔

- بانی دار العلوم دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے قرآنِ مجید فرقانِ حمید سے مضمون سابق کو یوں ثابت کیا ہے۔

"النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھتے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمّت کے ساتھ وُہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہوا اور اگر بمعنی احب یا اولی بالتصرف ہو جب بھی یہی بات لازم آئیگی کیونکہ احبیت اور اولویت بالتصرف کے لیے اقربیت تو وجہ ہو سکتی ہے پر بالعکس نہیں ہو سکتا۔" (تحذیر الناس ص۱۰)

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الانبیاء ہیں، علماء دیوبند کے قطب الاقطاب رشید احمد صاحب گنگوہی مُرشد کامل کے متعلق لکھتے ہیں:

"وہم مرید بیقین داند کہ رُوحِ شیخ مقید بیک مکان نیست، پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شخص شیخ دوراست اما از روحانیت

او دور نیست چوں ایں امر محکم داند ہر وقت شیخ را بیاد دارد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود و چوں مرید در حل واقعہ محتاج شیخ بود، شیخ را بقلب حاضر آوردہ بزبان حال سوال کند البتہ رُوح شیخ باذن اللہ تعالیٰ اوراالقاء خواہد کرد مگر ربط تام شرط است۔

(بحوالہ الشہاب الثاقب ص۶۱-۶۲ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

اس عبارت کا ترجمہ امداد السلوک مترجم سے پیشِ خدمت ہے۔

ترجمہ: نیز مُرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہیے کہ شیخ کی رُوح کسی خاص جگہ میں مقید و محدود نہیں ہے پس مُرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دُور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دُور نہیں۔ جب اس مضمون کو پختگی سے جان لے گا اور شیخ کو ہر وقت یاد رکھے تو روحانی تعلق پیدا ہو جائے گا اور ہر آن میں عجیب فائدہ حاصل ہوگا۔ اور مُرید کو جب کسی واقعہ کے کھولنے میں شیخ کی حاجت پیش آئے گی تو شیخ کو اپنے قلب میں حاضر مان کر بزبان حال سوال کرے گا تو شیخ کی رُوح باذن خداوندی اس کو القاء کرے گی البتہ ربط تام شرط ہے۔

(امداد السلوک مترجم ص۶۷-۶۸ مطبوعہ ادارہ اسلامیات)

لگے ہاتھوں گنگوہی صاحب کی ایک اور بات دیوبندی حکیم الامّت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے قلم سے ملاحظہ فرماتے چلیں:

"ایک دفعہ حضرت گنگوہی جوش میں تھے اور تصورِ شیخ کا مسئلہ درپیش تھا فرمایا کہہ دوں عرض کیا گیا کہ فرمایئے، پھر فرمایا کہدوں، عرض کیا گیا فرمایئے تو فرمایا کہ تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پُوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ پھر اور جوش آیا فرمایا کہدوں عرض کیا

گیا کہ حضرت ضرور فرمائیے فرمایا کہ (اتنے) سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات آپ سے پوچھے بغیر نہیں کی یہ کہہ کر اور جوش ہوا، فرمایا کہ اور کہہ دوں عرض کیا گیا کہ فرمائیے مگر خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ بس رہنے دو۔ اگلے روز بہت سے اصراروں کے بعد فرمایا کہ بھائی پھر احسان کا مرتبہ رہا۔" (ارواح ثلاثہ یعنی حکایات اولیاء ص ۲۶۵)

۵۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرَی النَّائِمُ ذَاتَ یَوْمٍ بِنِصْفِ النَّھَارِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِیَدِہٖ قَارُوْرَۃٌ فِیْھَا دَمٌ فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَا ھٰذَا قَالَ ھٰذَا دَمُ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِہٖ وَلَمْ اَزَلْ اَلْتَقِطُہٗ مُنْذُ الْیَوْمِ فَاُحْصِیَ ذٰلِکَ الْوَقْتَ فَاُجِدُ قُتِلَ ذٰلِکَ الْوَقْتَ۔

ترجمہ: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں دستِ مبارک میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا چیز ہے فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے اور میں اسے آج اٹھاتا رہا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اس تاریخ اور وقت کو یاد رکھا جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین اسی وقت شہید کیے گئے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲ باب مناقب اہل بیت، مسند احمد ص ۲۴۲)

۱۔ رضی اللہ عنہ

اس حدیث کے متعلق مشہور غیر مقلد ناصر الدین البانی کہتے ہیں:

اسنادہ صحیح " اس حدیث کی سند صحیح ہے "

(حاشیہ مشکوٰۃ شریف بتحقیق ناصر الدین البانی ص ۱۷۴۲/۳)

اسی حدیث کے متعلق امام قرطبی فرماتے ہیں:

وَھٰذا اسنادٌ صَحِیْحٌ لَا مَطْعَنَ فِیْہِ۔

" یہ سند صحیح ہے اس میں کسی قسم کا طعن نہیں ہے "۔ (التذکرہ ص ۲۹۳/۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے روز یعنی ۱۰ محرم ۶۱ھ کو میدانِ کربلا میں تشریف فرما تھے۔

سوال: حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تو خواب میں زیارت کی تھی اس سے عالم بیداری میں جلوہ گری کیسے سمجھ لیا گیا۔

جواب: یہ سچ ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس کو خواب میں اس ذات کی زیارت نصیب ہوئی جو خود فرماتے ہیں:

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ۔

"جس شخص نے میری خواب میں زیارت کی وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا۔ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا "۔ (بخاری شریف ص ۱۰۳۵/۲)

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَخَیَّلُ بِیْ۔

جس نے خواب میں میری زیارت کی اس نے یقیناً میری ہی زیارت کی ہے۔ اس لیے کہ شیطان میری مشابہت نہیں اختیار کر سکتا "۔ (بخاری شریف ص ۱۰۳۶/۲)

پس معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (جو اس وقت مکہ شریف

میں تھے) نے خواب میں یقیناً نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت کی تھی، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ میں آج حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون اُٹھا تا رہا ہوں۔

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے ۵۰ سال بعد میدانِ کربلا میں پہنچ سکتے ہیں وُہ نبی آج بھی کسی اور جگہ بھی جلوہ گری کر سکتے ہیں۔

۶۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ سَلَامٍ، ثُمَّ اتیت عثمان لاسلم علیہ وھو محصورٌ۔ فقال مرحبا بِأَخِی، رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِی ھٰذِہِ الْخَوْخَۃِ فقال یا عثمان حَصَرُوْكَ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ عَطَّشُوْكَ؟ قُلْتُ نَعَمْ فَاَدْلٰی لِی دَلْواً فِیہِ ماءٌ فَشَرِبْتُ حَتّٰی رَوِیْتُ حَتّٰی اِنِّی لَاَجِدُ بَرْدَہٗ بَیْنَ ثَدْیَیَّ وَبَیْنَ کَتِفَیَّ فَقَالَ، اِنْ شِئْتَ نُصِرْتَ عَلَیْھِمْ وَاِنْ شِئْتَ اَفْطَرْتَ عِنْدَنَا فَاخْتَرْتُ اَنْ اُفْطِرَ عِنْدَہٗ فَقُتِلَ ذٰلِكَ الْیَوْم۔ (الحاوی للفتاوی صـ۲۶۲/۲)

دیوبندی حکیم الاُمّت تھانوی صاحب نے بھی اس کو یوں لکھا:

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت عثمان رضی اللہ عنہ محاصرہ میں تھے، میں آپ کے سلام کے لیے آیا۔ فرمایا مرحبا اے بھائی، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی گلی میں دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ عثمان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں تو حضور نے میرے لیے ایک ڈول لٹکا دیا جس میں پانی تھا میں نے پانی پیا اور سیراب ہو گیا

پھر فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہاری امداد کروں اور اگر چاہو تو ہمارے پاس روزہ افطار کرنا میں نے اسی کو اختیار کر لیا ہے کہ حضور کے پاس روزہ افطار کروں۔
پھر حضرت عثمان اسی روز شہید کر دیے گئے"۔ (جمال الاولیا، ص۶۰)

تھانوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ قصہ مشہور ہے اور کتب حدیث میں سند کے ساتھ روایت ہے اور اسے حارث بن ابی اسامہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ علامہ مناوی کہتے ہیں کہ مصنف یعنی ابن باطیس نے اس کو بیداری ہی میں دیکھنا قرار دیا ہے ورنہ اس کا کرامتوں میں شمار کرنا صحیح نہ ہوتا کیوں کہ خواب دیکھنے میں تو سب کے سب برابر ہیں اور پھر وہ خلافِ عادت بھی نہیں ہوتا کہ جسے کرامتوں میں شمار کیا جا سکے اور نہ وہ لوگ جو اولیاء کی کرامتوں کا انکار کرتے ہیں اس کا انکار کر سکتے ہیں۔ (جمال الاولیاء۔ ص۶۰)

۷۔ علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

"نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد متعدد کاملینِ اُمت نے عالم بیداری میں زیارت اقدس اور اخذ (فیض) کا شرف حاصل کیا ہے"۔

(رُوح المعانی ص ۳۵/۲۲)

۸۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لانا۔

علامہ آلوسی اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

"شیخ سراج الدین ابن ملقن نے طبقات الاولیاء میں فرمایا ہے کہ شیخ عبدالقادر گیلانی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہر سے پہلے دیکھا تو

آپ نے مجھے فرمایا اے میرے بیٹے تُو خطاب کیوں نہیں کرتا، میں نے عرض کیا ابا جان، مَیں عجمی ہو کر بغداد کے فصحاء کے سامنے کس طرح خطاب کر سکتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنا منہ کھولو، مَیں نے منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ تھوک مُبارک ڈالا اور ارشاد فرمایا لوگوں سے خطاب کرو اور انہیں حکمت اور موعظہ حسنہ سے اپنے رب کے راستہ کی دعوت دو، پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھ گیا، کثیر خلقت بھی حاضر ہو گئی لیکن میری تقریر میں رکاوٹ پیدا ہو گئی پھر میں نے حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہٗ الکریم کو دیکھا کہ وُہ مجلس میں میرے سامنے جلوہ گر ہیں انہوں نے فرمایا کہ بیٹے تو وعظ کیوں نہیں کہتا تو میں نے عرض کیا ابا جان میری تقریر میں رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے تو آپ نے فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا تو آپ نے چھ مرتبہ میرے منہ میں تھوکا۔ مَیں نے عرض کیا آپ نے سات کا عدد کیوں مکمل نہیں فرمایا تو اُنہوں نے فرمایا رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے ہوئے۔

(تفسیر رُوح المعانی ص ۳۵/۲۲ الحاوی للفتاویٰ ص ۲۵۹/۲)۔

- امام جلال الدین سیوطی کے متعلق تھانوی صاحب کی رائے:

"اس اُمّت میں ایسے ایسے اہل اللہ گزرے ہیں کہ حُضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو ہر وقت مشاہدہ رہتا تھا۔ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حدیث سُن کر فرما دیتے کہ یہ حدیث ہے یا نہیں۔ کِسی نے پُوچھا فرمایا میں حدیث سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر نظر کرتا ہوں۔ اگر بشاشت پاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے اگر منقبض دیکھتا ہوں سمجھتا ہوں کہ یہ حدیث نہیں ہے۔ (افاضات یومیہ ص ۱۰۹/۲)

اگر امام سیوطی اور علامہ آلوسی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غوث پاک کے پاس تشریف آوری تسلیم کر کے بھی "رحمۃ اللہ علیہ" کے لقب کے حقدار ہیں — اور تھانوی صاحب امام سیوطی کے لیے ہر وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ تسلیم کر کے بھی مخالفین کے ہاں "حکیم الاُمّت" کے منصب پر فائز رہ سکتے ہیں تو ہم اہلِ سُنّت نے ایسا کونسا قصور کر دیا ہے کہ یہی بات تسلیم کرنے پر ہمیں بے دھڑک مشرک قرار دیا جاتا ہے۔

۱۰- نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سماعتِ قرآنِ حکیم کے لیے تشریف لانا

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب کی روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک روز وُہ بزرگ اور سید عبداللہ صاحب دونوں قُرآنِ مجید کا دور کر رہے تھے کہ کُچھ لوگ عرب صُورت سبز پوش گروہ در گروہ ظاہر ہوئے ان کے سردار نے مسجد کے قریب کھڑے ہو کر ان قاریوں کی قرأت کو سُنا اور کہا "بارک اللہ ادیت حق القرآن" اور مراجعت فرمائی، ان عزیزوں کی عادت تھی کہ قرآنِ مجید پڑھتے وقت آنکھیں بند کر لیتے تھے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے جب سُورت ختم کر لی تو سید عبداللہ سے پُوچھا وُہ کون لوگ تھے انکی ہیبت سے میرا دل کانپ اُٹھا لیکن قرآن مجید کے احترام کی وجہ سے میں کھڑا نہیں ہوا سید عبداللہ نے کہا کہ اس اس قسم کے لوگ تھے جب ان کا سردار پہنچا تو میں بیٹھا نہ رہ سکا میں نے اُٹھ کر تعظیم کی، اسی گفتگو میں تھے کہ ایک اور آدمی اسی

وضع کا آیا اور کہا گزشتہ رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما تھے اور اس حافظ کی جو اس جنگل میں ٹھہرا ہوا ہے تعریف فرماتے تھے کہ علی الصبح میں اس سے ملوں گا اور اس کی قرأت سنوں گا۔ آپ تشریف لائے یا نہیں اور اگر تشریف لائے تھے تو کہاں گئے ان دونوں نے جب یہ بات سنی تو دائیں بائیں بھاگے لیکن کوئی نشان نہ ملا راقم الحروف کا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد مدت دراز تک اس جنگل سے خوشبو آتی تھی۔

(انفاس العارفین ص ۲۴)

۱۱۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ پر کرم نوازی

کمالاتِ عزیزی میں ہے:

جناب مولانا صاحب نے اوّل سال جو کلام مجید حفظ کر کے سنایا تھا۔ نمازِ تراویح ہو چکی تھی، اس عرصہ میں ایک سوار بہت خوب زربکتر وغیرہ لگائے ہوئے برچھا ہاتھ میں لیے تشریف لائے اور کہا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف رکھتے ہیں جو وہاں تھے سب نے دوڑ کر ان کو گھیر لیا اور پوچھا کہ حضرت یہ کیا تقریر ہے اور آپ کا نام کیا ہے؟ اُنہوں نے فرمایا کہ میرا نام ابو ہریرہ ہے۔ جناب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم عبدالعزیز کا کلام مجید سننے چلیں گے پھر مجھ کو ایک کام کے واسطے بھیج دیا، اس سبب سے دیر میں آیا یہ بات کہہ کر غائب ہو گئے۔

مجموعہ کمالات وحالاتِ عزیزی ص ۱۹، مصنفہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مرتبہ، مولوی ظہیرالدین صاحب ولی اللّٰھی، نبیرہ، حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی۔

ایک مجذوب کا تیس ۳۰ شہروں میں بیک وقت جمعہ پڑھانا

۱۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں :

محمد الحضرمی مجذوب .... ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نمازِ جمعہ بیک وقت پڑھایا اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے ۔

(جمال الاولیاء ، ص ۱۸۸)

تھانوی صاحب کے پردادا کا قتل کے بعد گھر آنا ،

تھانوی صاحب خود لکھتے ہیں :

(پردادا صاحب کی) شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اسی طرح روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں ، اس لیے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے ۔

(اشرف السوانح ص ۱۵ ج ۱)

مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ
ملتان

بیدار بخت نامی ایک شخص کا قتل کے بعد گھر آنا

تھانوی صاحب ہی لکھتے ہیں :

مولانا اسمٰعیل صاحب کے قافلہ میں ایک شخص شہید ہو گئے تھے جن کا نام بیدار بخت تھا۔ وُہ دیوبند کے رہنے والے تھے ان کی شہادت کی خبر آچکی تھی، ان بیدار بخت کے والد حسبِ معمول دیوبند میں اپنے گھر میں ایک رات کو تہجّد کی نماز کیلئے اُٹھے تو گھر کے باہر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آئی اور پھر ایک شخص نے دروازہ کھلوایا دروازہ کھولا دیکھا تو ان کے متعلق تو معلوم ہو چکا تھا کہ شہید ہو چکے ہیں یہ کیسے آگئے، بیدار بخت نے کہا کہ جلدی کوئی فرش وغیرہ بچھا دیجیے، مولانا اسمٰعیل صاحب اور سید صاحب یہاں تشریف لا رہے ہیں، ان کے والد نے فوراً ایک بڑی چٹائی جو نئی خریدی تھی بچھا دی، ایک مجمع اس فرش پر آ بیٹھا بیدار بخت سے ان کے والد نے کہا تمہارے کہاں تلوار لگی ؟ انہوں نے اپنا ڈھاٹا کھولا، اور اپنا نصف چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اپنے باپ کو دکھلایا کہ یہاں تلوار لگی تھی، ان کے باپ نے کہا باندھ لو مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ تھوڑی دیر بعد یہ سب حضرات واپس تشریف لے گئے صبح کو بیدار بخت کے والد کو شبہ ہوا کہ یہ کہیں خواب تو نہ تھا مگر چٹائی پر دیکھا تو خون کے قطرے موجود تھے یہ وُہ قطرے تھے جو بیدار بخت کے چہرے سے گرتے ہوئے ان کے والد نے دیکھے تھے اُن قطروں کے دیکھنے سے وُہ سمجھے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہے، اس قصہ کی خبر جب مولانا یعقوب نانوتوی کے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب نے

سُنی تو وُہ اس قصّہ کی تحقیق کے لئے نانوتہ سے دیوبند تشریف لائے اور بیدار بخت کے والد صاحب سے اس قصّہ کو سُنا۔

مولانا یعقوب صاحب کے والد نے مولانا یعقوب صاحب سے کہا، اور مولانا یعقوب صاحب نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اور بیدار بخت کے والد بھی بزرگ اور تہجد گزار تھے۔ اس حکایت کے سب راوی عالم اور بزرگ ہیں بجز میرے۔

(افاضاتِ یومیہ ص ۲۰۹-۲۱۰)

امام المناظرین شیخ القرآن غزالئ زماں
مبلغ و مفسر علامہ محمد سعید احمد اسعد صاحب
کا شاگرد رشید
غلام حسین القمر نقشبندی (مصنف شمشیر حسینی)
خادم جامعہ اصغریہ گلزار مدینہ شیخ کالونی فیصل آباد
0300-7650062

زیرِ سرپرستی
بقیۃ السلف
فقیہِ عصر حضرت قبلہ
مفتی محمد امین صاحب

تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان سے ملحقہ ادارہ

قرآن فہمی اور عقائد اہل سنت کے تحفظ کا
پاکستان میں سب سے معیاری ادارہ

جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد

خصوصیات

- ☆ شریعتِ مطہرہ کی پابندی
- ☆ مڈل پاس طلباء کو درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک اور تنظیم المدارس کے امتحانات کی تیاری
- ☆ حفظ مع التجوید
- ☆ تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء
- ☆ رہائش و خوراک بذمہ ادارہ

جامعہ کا اعزاز

بورڈ اور تنظیم المدارس کے سابقہ نتائج
انتہائی شاندار

بورڈ اور یونیورسٹی
کے امتحان بھی دلوائے جاتے ہیں

شرائط داخلہ

کم از کم پرائمری پاس ہو	ناظرہ قرآن پاک پڑھا ہو	حفاظ کرام کو ترجیح دی جائیگی

نوٹ! زکوٰۃ صدقات عطیات کی ترسیل کیلئے اکاؤنٹ نمبر 8592
حبیب بینک لمیٹڈ گلبرگ کالونی فیصل آباد

منجانب: جامعہ امینیہ رضویہ
شیخ کالونی فیصل آباد
041-2658646

AL-SAEED:0321-7761112